ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

رجب ۰ شعبان ۱۴۱۵ھ

جنوری ۱۹۹۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

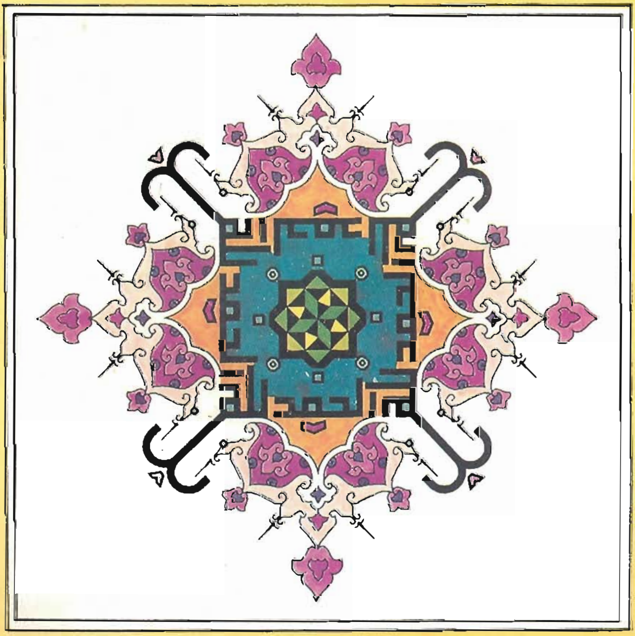

مدارسِ عربیہ اسلام کے قلعے ہیں

اسلام کا ظہور بھی تاریخ عالم کا منفرد واقعہ اور نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ اسلام آیا تو اس کو اپنے گھر (مکہ مکرمہ) میں بھی جگہ نہ ملی۔ کفار و مشرکین نے نبی علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو مدینہ منورہ ہجرت پر مجبور کر دیا۔

پھر آہستہ آہستہ اسلام پھیلا، اس کا پیغام گھروں میں پہنچا، دلوں میں اتر گیا، تجارت و معیشت میں آیا، ترازو پہ قائم ہوا، اور رفتہ رفتہ زندگی کے تمام شعبوں میں چھا گیا۔

پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا، مشرکین شکست و ہزیمت سے دوچار ہوئے اور اپنے ہی گھر سے نکالے ہوئے اسلام کو انہوں نے قبول کر لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اخلاق کریمانہ ان کے رگ و پے میں رچ بس گیا اور وہی لوگ امت کی ہدایت کا ذریعہ بن گئے۔

آج تنزلی کا دور ہے، دم واپسی ہے، ہمیں پیچھے کی طرف لوٹنا ہو گا، اپنا ذہنی، فکری اور اعتقادی سفر مکہ مکرمہ کی طرف ہی کرنا ہو گا۔

آج کے عہد میں دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں۔ اور علماء دین کے سپاہی ہیں۔ جو بہر حال قال اللہ وقال رسول کی صدائے حق بلند کرنے میں مشغول ہیں۔ گر کچھ روایات زندہ و باقی ہیں تو انہی مدارس عربیہ میں ہیں۔ جو لوگ دین کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ان مدارس کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں اور ایسی جماعت طیار کریں جس کا وجود اسلام کی ترقی و استحکام کا ذریعہ بن جائے۔ یہ مدارس اسلام کی لہلہاتی کھیتیاں ہیں جو لوگ ان کھیتوں کو ویران کرنا چاہتے ہیں وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ علماء کو ان دین دشمنوں کے وسائل پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ کی طاقت و قدرت اور اس کے بے پناہ خزانوں پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہمارے اسلاف نے اللہ کے ماسوا سب کو نظر انداز کر کے کامیابیاں حاصل کیں۔ اللہ جل شانہ کی ذاتِ اقدس پر توکل ہی ہماری بقاء اور دشمن کی بربادی کی یقینی ضمانت ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ

ملتان، ۱۹۴۹ء

روایت: حاجی محمد صدیق صاحب، ملتان

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

رجب/شعبان ۱۴۱۵ھ جنوری ۱۹۹۵ء جلد ۶ شمارہ ۱ قیمت فی پرچہ -/۱۰ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ

مجلس ادارت

رئیس التحریر:
سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول:
سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ

ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین

خادم حسین ۔ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک -/۱۰۰ روپے ۔ بیرون ملک -/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوّت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ:	دل کی بات	مدیر	۳
شذرہ:	تدبیر کی غلطی تقدیر سے تصادم	سید عطاء المحسن بخاری	۶
تحقیق:	اسلام کی دعوتی قوت	حکیم محمود احمد ظفر	۷
قلم برداشتہ:	ایک ضروری وضاحت، مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی خدمت میں۔	مولانا عبدالحق چوہان	۱۱
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبال	۱۴
ردِّ مرزائیت:	مرزا قادیانی کی شادی	طاہر رزاق	۱۸
چمن چمن اُجالا:	حویلیاں میں کتاب "اہل بیت رسول کون؟" کی تقریب رونمائی	نمائندہ خصوصی	۲۵
" "	روداد اجتماع احرار خان پور	مرزا محمد واصف	۲۷
جہانِ نسواں:	روداد سالانہ اجتماع و ختم ترجمہ قرآن کریم مدرسہ دبستان عائشہ صدیقہ، دار بنی ہاشم ملتان۔	بنت حوا	۳۰
شاعری:	سیدنا معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ	ابو طاہر فدا حسین فدا	۳۵
تبصرہ کتب:	حسنِ انتقاد	سید محمد ذوالکفل بخاری	۳۷
تراجم:	مسافرینِ آخرت	ادارہ	۳۹

دل کی بات

۱۹۹۴ء کا سورج مخلوقِ خدا کی نافرمانیوں، بد عہدیوں اور ثقافت و سیاست کے نام پر حکمرانوں اور سیاست دانوں، کی خرمستیوں اور سرکشیوں کا کرب اپنے دامن میں لئے غروب ہو گیا۔ ۱۹۹۵ء کے سورج کے طلوع ہونے میں ابھی سات گھنٹے باقی تھے کہ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ہوٹلوں، کلبوں، سڑکوں، پارکوں اور "کوٹھیوں" میں مسلمان کہلانے والے نوجوان حتیٰ کہ قوم کے رہنماؤں نے عیسائیوں کے نئے سال کا آغاز کر دیا۔ شراب و کباب، رقص و سرود اور فواحش و منکرات کی تمام رسمیں پورے اہتمام کے ساتھ اور بڑی بے شرمی کے ساتھ پوری کی گئیں۔ پٹاخے، ہوائیاں، پھلجھڑیاں، کلاشنکوف کی فائرنگ اور منچلوں کے شور شرابے اور غل غپاڑے نے سارے ملک کا سکون برباد کر دیا۔ جن کی سماعتیں مسجد سے بلند ہونے والی اذان سے متاثر ہوتی ہیں، جن کا سکون قرآن کی آواز سے برباد ہوتا ہے، جن کے نجی مشاغل مولوی کے وعظ سے ڈسٹرب ہوتے ہیں...... انہیں اس شیطانی ماحول میں سکون ملا۔ ان کی تنہائیوں میں شہنائیاں بجنے لگیں، رس گھولنے لگیں اور دلوں کی بے قراری کو قرار آ گیا۔ رات کے تاریک سناٹوں کی پیداوار لوگ خوفِ آخرت اور گرد و پیش سے یکسر بے نیاز ہو کر ان خرافات میں مشغول رہے انکی جمہوریت، روشن خیالی، ترقی پسندی اور انسانی آزادی شیطان سے بغل گیر ہو کر برہنہ ناچتی رہی۔

۱۹۹۵ء کے پہلے سورج کی پہلی کرن پھوٹی تو نام نہاد مسلمانوں کی حالتِ زار کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھی،

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

سورج طلوع ہوا تو کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔ وہی قتل، ڈاکے، چوری، زنا، فحاشی، عریانی، بدمعاشی، جنسی انارکی وحشت و دہشت، بدامنی، بے سکونی، عدم تحفظ کا احساس، موت کا خوف، بے عزتی کا خوف...... آخر رات بھر کس بات پر خوشیاں منائی گئیں...... عزتوں کی نیلامی پر، بے گناہ انسانوں کے قتل پر...... صد ہزار لعنت ہے خوشیوں کے ان طریقوں پر۔

لیکن گمراہی و ضلالت کے اس متعفن ماحول میں کچھ دیوانے ایسے بھی تھے جنہوں نے ان خرافات کو بے دینی کہا اور ان کے خلاف صداء حق بلند کی۔ مگر پاکستان کے "روشن خیال" حکمرانوں نے ان پر ڈنڈے برسائے، گولیاں چلائیں اور انہیں کافرانہ تہذیب کے خلاف بغاوت کے جرم میں پابندِ سلاسل کر دیا۔ پنجاب یونیورسٹی میں ایک معصوم طالب علم کو پولیس نے گولی مار کر موت کی نیند سلا دیا۔ "ہیپی نیو ائیر نائٹ" کے نام پر ملک بھر میں جو طوفانِ بد تمیزی برپا ہوا، کیا اس کی ذمہ داری حکمرانوں پر عائد نہیں ہوتی؟ اگر ہوتی ہے اور یقیناً ہوتی ہے تو پھر یہ سب کچھ حکمرانوں کا کیا دھرا ہے۔ اور حکمرانوں کو اپنے ان اعمال بد کی سزا ضرور ملے گی۔ وہ جس راہ پر چل رہے ہیں اور قوم کو چلا رہے ہیں اس کی منزل ہمہ جہتی تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ اور انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس تباہی سے وہ خود اور اُن کی اولادیں بھی محفوظ نہیں ہونگی جب اللہ کا عذاب آئیگا تو سب سے پہلے وہی اس کا شکار ہوں گے۔

جو لوگ ان حالات میں بھی دین اسلام کا دامن تھامے پورے عزم کے ساتھ چل رہے ہیں وہ اپنی منزل "رضاءِ الٰہی" کو ضرور پائیں گے۔ الھم ارحمنا واغفرلنا واصلح احوالنا و احوال المسلمین۔

دینی مدارس اور مساجد پر قبضہ، حکومت کا آئندہ ہدف

پچھلے دنوں دو خبریں مساجد اور دینی مدارس کے حوالہ سے اخبارات میں نظر سے گذریں۔ اول الذکر میں کہا گیا کہ آئندہ نئی ہاؤسنگ سکیموں میں کوئی مسجد نہیں بنائی جائیگی۔ اس سلسلہ میں ایک سرکلر بھی جاری کیا گیا ہے۔ (بحوالہ خبریں)

دوسری خبر روزنامہ جنگ میں شائع ہوئی جسکا لب لباب یہ تھا کہ دینی مدارس کی رجسٹریشن براہِ راست وزارتِ داخلہ کرے گی۔ اور نئے رجسٹرڈ ہونے والے مدارس کے متعلق مکمل چھان بین ہو گی کہ وہ کہاں سے چندہ لیتے ہیں۔ اس چندے کا مصرف کیا ہے۔ اسی خبر میں ایک الزام بھی عائد کیا گیا ہے کہ دینی مدارس کے طلبا سیاسی سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور مذھبی منافرت پھیلا رہے ہیں۔

جہاں تک مساجد کی بات ہے ان کو بالکل ختم کر دینے یا آئندہ ہاؤسنگ کالونیوں میں تعمیر پر پابندی کی صورت سمجھ نہیں آتی۔ ہاں! یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے۔ کہ نواز شریف اور اب بے نظیر دور حکومت میں اسلام کو جس طرح دیس نکالا دیا گیا یہ بھی اسی پروگرام کا حصہ ہے۔ کہ مساجد سے بلند ہونیوالی اذان کے کلمات ان کے لئے سمع خراشی کا سبب بنتے ہیں اور ان جدت پسند اینگلو یورپین عناصر کی مجالسِ شراب و شباب متاثر ہوتی ہیں۔ لہذا مساجد ہی نہ بننے دی جائیں۔ تاکہ ان میں بیٹھ کر ملاں ان پر تنقید نہ کر سکے۔

رہی بات مدارسِ دینیہ کی اور ان کے طلبا کی تو حکومت کے اربابِ بست و کشاد سے سوال ہے کتنے مدارس ہیں جن کے طلبا مذھبی منافرت پھیلانے کے الزام میں پکڑے گئے اور کتنے ہیں جنھوں نے سیاسی سرگرمیوں میں ملوث ہو کر سزا پائی ہے۔ اور کتنے مدارس ہیں جہاں کبھی خون خرابہ ہوا ہو۔ اسلحہ چلایا گیا ہو اور بے گناہ طلبا خونِ ناحق میں نہا گئے ہوں؟

اور حکومت کے زیرِ انتظام چلنے والے کالجز اور یونیورسٹیز میں سے کون سی ایسی تعلیمی درس گاہ ہے جہاں یہ کام نہ ہو رہے ہوں۔ ملک کی تمام یونیورسٹیاں اور کالجز، تعلیم کے نام پر قائم شدہ قتل گاہیں بن چکی ہیں۔ ان اداروں کی تاریخ خود اس بات پر شاہد ہے۔ معمولی تو تکار ہوئی، کلاشنکوف چلی اور ہنستے کھیلتے ماؤں کے جوان بیٹے خون میں لت پت ہو گئے۔

حکومت ان تعلیمی اداروں میں تو امن قائم نہ کر سکی اور اب

الٹے بانس بریلی کو

بلاشبہ موجودہ حکومت غیر اسلامی ہے۔ اور شرعی لحاظ سے کوئی بھی مسلمان یا دینی ادارہ کسی دینی معاملہ میں

حکومت کی اطاعت کا پابند نہیں۔ موجودہ غیر اسلامی حکومت کی یہ خواہش نئی نہیں ہے، دینی مدارس پر قبضہ و تسلط کی تجویز سب سے پہلے ایوب خان کو سوجھی، پھر بھٹو نے کوشش کی اور اب آمر بھٹو کی بیٹی بے نظیر اس خواب کو تعبیر دینا چاہتی ہے۔ یہ انکی محض خام خیالی ہے۔

پاکستان کے تمام دینی مدارس حکومت کے کسی بھی ایسے اقدام کے خلاف شدید مزاحمت کریں گے جو ان کی خود مختاری کے در پے ہو۔ البتہ وہ دینی مدارس جو سرکاری گرانٹ پر چل رہے ہیں ان کے مہتمم حضرات سے ہم گزارش کریں گے کہ وہ خالص سود لیکر اسلام کی خدمت کرنے کی بجائے ان مدارس کو بند کر دیں۔ اس سرکاری گرانٹ پر پلنے والی نسل میں سے گرانڈیل جہلا تو پیدا ہوسکتے ہیں، علماء ہرگز نہیں۔ جب سے یہ حرام رقم بعض مدارس میں آنی شروع ہوئی ہے وہاں دین مقصود ہی نہیں رہا اور ظاہر بات ہے حکمرانوں نے جن مقاصد کے حصول کے لئے یہ زر کثیف ان پر صرف کیا ہے اگر وہ حاصل نہ ہوں تو وہ حساب لینے میں بھی حق بجانب ہیں۔ لیکن ایسے مدارس بہت کم ہیں۔ وفاق المدارس، تنظیم المدارس اور دیگر تنظیموں کے سربراہوں کی خدمت میں ہماری گزارش ہے کہ وہ ان مدارس کی اصلاح کا کوئی جامع منصوبہ بھی بنائیں۔

امیرشریعت نمبر

قارئین کرام!

- یقیناً آپ امیر شریعت نمبر کی اشاعت کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے ہوں گے۔
- اس وقت نمبر طباعت کے مراحل میں ہے، اور جنوری ۱۹۹۵ء کے آخر میں بہر صورت منصہ شہود پر آجائے گا۔
- کاغذ کی بے پناہ گرانی نے ادارہ کو قرض کا بوجھ اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس اشاعت خاص پر تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ کا تخمینہ ہے۔ تاہم ادارہ یہ قرض اداء کرنے کے لئے ہمہ جہت مستعد ہے۔
- مستقل خریداروں کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ وہ ادارہ کی رعائتی پیش کش سے فوری فائدہ اٹھاتے ہوئے مبلغ =/۲۰۰ روپے پیشگی ارسال کر کے اپنی کاپی محفوظ کرالیں۔
- نئے سالانہ خریدار بننے والے احباب =/۳۰۰ روپے ارسال کر کے سالانہ ممبر شپ اور نمبر حاصل کرسکتے ہیں۔ (مدیر)

تدبیر کی غلطی ..... تقدیر سے تصادم

سید عطاء المحسن بخاری

ماضی قریب کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے " بچمپینزی" نے "انسان" کا روپ دھارا ہے اور اپنی اس ارتقائی جست سے ارتقائی منزلوں کا قصہ تمام کر دیا ہے' اس کو بہت سے مباحث اور مناصب کا چارج لینا پڑا ہے۔ مثلاً وہ قاضئ تدبیر بن کے قاضئ تقدیر کے سامنے مورچہ بند ہو گیا ہے اور اس قسم کے احکام جاری کرنے لگا ہے کہ'

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
اہل حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو

پھر اس نے داڑھی' ٹوپی' مصلی' مدرسہ اور قیل و قالِ مدرسہ کے "شور و غوغا" کو ختم کرنے کیلئے بہت سے اقدامات بھی کئے ہیں مگر موسم بدلتے ہی یہ شجر پھر سایہ دار ہونے لگ جاتا ہے ..... سوویت یونین میں قاضئ تدبیر نے تدبیر کا رندہ چلایا اور اس شاخ ثمر دار کو جلا کے راکھ کر دیا لیکن اس کی خاکستری تہوں میں ایک چنگاری سلگتی رہی جو 79ء میں شعلہ جوالہ بنی' مگر قاضئ تدبیر نے اس سے سبق حاصل نہ کیا اور دنیا کے مختلف گوشوں میں اپنی تدبیری سازشوں کا جال بنتا رہا اور منہ کی کھاتا رہا۔ پاکستان کے قاضئ تدبیر نے بھی بیانوں کی توپ داغی ہے اور خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے دینی مدارس کی تعداد' کارکردگی' افراد' آمدنی اور ذرائع آمدنی معلوم کرنے شروع کئے ہیں اور حکم دیا ہے کہ مدارس کی رجسٹریشن نہ کی جائے اور سابق رجسٹریشنز بھی "ری نیو" نہ کی جائیں جبکہ اس حالیہ "حکم اندازی" سے بھی پہلے "خبریں" کا خبر نگار ہمیں بتلا چکا ہے کہ "وزیر اعظم کے احکامات پر ہر سال ایک لاکھ رہائشی

(بقیہ ص ۱۷ پر)

یونٹوں کی تعمیر کیلئے تیار کردہ سمری میں لکھا گیا ہے کہ رہائشی یونٹوں کے قریب مسجدیں نہیں ہونی چاہئیں ..... کیونکہ ان مسجدوں اور مدرسوں کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی اور فضائی کثافت میں اضافہ ہوتا ہے اور پاکستانی ثقافت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔"

خوانندگانِ گرامی! آپ کی جمہوری طبیعت پر گراں نہ گزرے تو میں پوچھ سکتا ہوں کہ کیا اس قاضئ بے تدبیر و پُر تقصیر نے پاکستان سے چوری' ڈاکہ' قتل' اغوا' زناء' شراب' جوا' رشوت ..... ڈیوسار ایسی خوفناک اور شرمناک برائیاں مٹالی ہیں' کیا پاکستانی اقتداریوں نے ظلم' جور و جفا چھوڑ دیا ہے' کیا پاکستانی عوام کو وسائل رزق مہیا ہو گئے ہیں' کیا پاکستان میں انصاف (سستا یا مہنگا) موجود و میسر ہے' کیا پاکستانی حکام کلمہ' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج کی نعمت ابدی سے مُرصّع ہیں اور جناب قاضئ تدبیر کیا تم قاضئ تقدیر کو مانتے ہو.....؟ اگر مانتے ہو تو پھر کیوں نہیں مانتے کہ ..... دین اللہ کا ہے اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ مسلمان ہے' جو اطاعت نہیں کرتا اس کی "نیم پلیٹ" "چینج" ہو جاتی ہے' اس کو مسلمان نہیں کہتے' اسے فاجر کہتے ہیں اور یہ نام بھی اللہ نے رکھا ہے "مولوی" نے نہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ نے ظالم قرار دیا ہے۔ "مولوی" نے نہیں۔

"اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا انسان کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی عبادت گاہوں میں اس کے نام کو روکے اور ان کی ویرانی میں کوشاں ہو۔" (سورہ بقرہ آیت 144 پ1)

جو نماز نہ پڑھے' تارک نماز ہو' اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کہا ہے۔

"جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی وہ کافر ہوا....."

تاریخ

حکیم محمود احمد ظفر

اسلام کی دعوتی قوت

ساتویں صدی ہجری کے وسط میں مسلمانوں کا سیاسی انتشار، اخلاقی کمزوری اور ضعف جب پورے طور پر نمایاں ہو گیا اور اسلامی طاقت کا وہ سایۂ رحمت جو دور سے نظر آتا تھا، اوجھل ہو گیا تو مسلمانوں پر وحشی قوموں اور حریف طاقتوں کا نرغہ ہوا۔ ان وحشیانہ حملوں میں سب سے بڑا حملہ تاتاریوں کا حملہ تھا۔ جو چیونٹیوں کی طرح مشرق سے بڑھے اور ایک قلیل عرصہ میں عالم اسلام پر چھا گئے۔ تاتاری یورش عالم اسلام کے لئے ایک بلاء عظیم تھی جس سے دنیائے اسلام کی چولیں ہل گئیں۔ مسلمان مبہوت و ششدر تھے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہراس اور یاس کا عالم طاری تھا۔

چنگیز خان وسط ایشیا سے ۱۲۱۶ء میں ساٹھ ہزار وحشی انسانوں کو لے کر نکلا۔ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر اور تیر اور تلوار لئے ہوئے آبادیوں پر ٹوٹ پڑے اور تمام تمدنی نشانات کو برباد اور تہ و بالا کر ڈالا۔ عراق، ایران اور ترکستان ان کے قدموں کے نیچے زیر و زبر ہو گئے۔ بغداد کی عظیم مسلم سلطنت کو برباد کر کے رکھ دیا۔

۱۳۵۳ء میں چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کی سرکردگی میں یہ طوفان دوبارہ اٹھا اور ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو بھی تہس نہس کر ڈالا جو عظیم مسلم خلافت کی بربادی کے بعد ابھرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ایک مغربی مؤرخ کے نزدیک یہ واقعہ اتنا ہولناک تھا کہ اس کے قلم سے یہ الفاظ نکلے۔

"آسمان نے زمین پر گر کر تمام چیزوں کو مٹا دیا۔" (Jenghiz Khan by Harold Lamb, P-266)

ہم عصر مؤرخ ابن اثیر جس نے اپنی آنکھوں سے اس ہولناک حملے کو دیکھا تھا، وہ اس کی ہولناکی اور خوفناکی بلکہ ہلاکت خیزی کو ان الفاظ کا جامہ پہناتا ہے۔

"یہ حادثہ اتنا ہولناک اور ناگوار ہے کہ میں کئی برس تک اس پس و پیش میں رہا کہ اس کا ذکر کروں یا نہ کروں۔ اب بھی بڑے تردد اور تکلف کے ساتھ اس کا ذکر کر رہا ہوں اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی موت کی خبر سنانا کس کو آسان ہے اور کس کا جگر ہے کہ ان کی رسوائی اور ذلت کی داستان سنائے۔ کاش میں نہ پیدا ہوتا۔ کاش میں اس واقعہ سے قبل مر چکا ہوتا اور بھولا بسرا ہو جاتا، لیکن مجھے بعض دوستوں نے اس واقعہ کے لکھنے پر آمادہ کیا، پھر بھی مجھے تردد تھا، لیکن میں نے دیکھا کہ اس واقعہ فاجعہ کو نہ لکھنے سے بھی کچھ فائدہ نہیں۔

یہ وہ حادثہ عظمیٰ اور مصیبت کبریٰ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس واقعہ کا تعلق تمام انسانوں سے ہے، لیکن مسلمانوں سے اس کا تعلق خصوصی طور پر ہے۔ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ از آدم تا ایں دم ایسا واقعہ دنیا میں پیش نہیں آیا تو وہ کچھ غلط دعویٰ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ تاریخ انسانی میں اس وقعہ کے پاسنگ بھی کوئی واقعہ نہیں ملتا اور شاید دنیا قیامت تک کبھی ایسا واقعہ نہ دیکھے۔ ان وحشیوں نے کسی پر رحم نہیں کھایا۔ انہوں نے عورتوں، مردوں اور بچوں کو قتل کیا۔ عورتوں کے پیٹ چاک کر دیئے اور پیٹ کے بچوں کو مار ڈالا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ حادثہ عالم گیر اور عالم آشوب تھا۔ ایک طوفان کی طرح اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

(الکامل لابن اثیر جلد ۱۳ ص ۲۰۳)

۶۵۶ھ میں تاتاری دارالخلافت بغداد میں فاتحانہ داخل ہوئے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ علامہ ابن کثیر بغداد کی تباہی اور تاتاری وحشیوں کی غارت گری اور خوں آشامی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔

"بغداد میں چالیس روز تک قتل وغارت کا بازار گرم رہا۔ چالیس روز کے بعد یہ باغوں کا شہر جو دنیا کا پر رونق ترین شہر تھا، ایسا ویران اور برباد ہوا کہ شہر میں خال خال لوگ نظر آتے تھے۔ بازاروں اور راستوں پر لاشوں کے ڈھیر اس طرح لگے ہوئے تھے کہ دیکھنے والوں کو ٹیلے نظر آتے تھے۔ ان لاشوں پر بارشیں ہوئیں تو صورتیں مسخ ہوگئیں اور سارے شہر میں تعفن اور گندگی پھیل گئی۔ جس سے شہر کی ہوا خراب ہوئی اور سخت وباء پھیلی جس کا اثر ملک شام تک پہنچا۔ اس متعفن ہوا اور وباء سے اللہ کی مخلوق بکثرت مری۔ گرانی، وبا اور فنا تینوں کا دور دورہ تھا۔"

ان سب حوالوں سے ان وحشی تاتاریوں کی ہلاکت خیز کارروائیوں کا پتہ چلتا ہے۔ اور پتہ چلتا ہے کہ ان کی خون آشامیوں کے آگے اس وقت کسی حکومت کے بس میں نہ تھا کہ بند باندھ سکے۔ ایسے نازک وقت میں اسلام کی دعوتی طاقت ہی تھی جس نے تاتاریوں کے نہ رکنے والے سیلاب سے اسلام کو بچایا۔

تاتاری اپنی مفتوح رعایا کے ذریعہ اسلام سے متعارف ہونا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ اسلام نے انہیں جیت لیا اور اسلام کے دشمن اسلام کے پاسبان بن گئے۔ گویا کہ

پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے

تاتاریوں کے سلسلہ میں اسلام کی دعوتی قوت کا اعتراف عام طور پر مؤرخین نے کیا چنانچہ پروفیسر آرنلڈ نے لکھا ہے!

Although in after years this great empire was split up and the political power of Islam diminished, still its spiritual conquests went on uninterruptedly. When the Mongols hordes sacked Baghdad (AD 1258) and drowned in blood the faded glory of the Abbasid dynasty, islam had just gained a footing in the island of Sumatra and was just about to commence its triumphant progress through the island of the Malay Archipelago. In the hours of its political degradation, Islam has achieved some of its most brilliant spiritual conquests on two great historical occasions, infidel barbarians have set their feet on the necks of the followers of the prophet the Saljuq Turks in the eleventh and the Mongols in the thirteenth century and in each case the conquerers have accepted the religion of the conquered.

(T.W. Arnold, The preaching of Islam, P-2)

بعد کے سالوں میں اگرچہ یہ عظیم سلطنت ٹوٹ گئی اور اسلام کی سیاسی قوت کم ہو گئی، مگر اس کی روحانی فتوحات بغیر وقفہ کے برابر جاری رہیں۔ مغل قبائل نے جب ۱۲۵۸ء میں بغداد کو تباہ اور عباسی خلافت کی شان و شوکت کو خون میں غرق کر دیا۔ اس وقت اسلام جزیرہ سماٹرا میں اپنی جگہ بنا چکا تھا اور جزائر ملایا میں اپنا فاتحانہ سفر شروع کر رہا تھا۔ اپنے سیاسی زوال کے زمانہ میں اسلام نے اپنی بعض انتہائی نمایاں روحانی فتوحات حاصل کیں۔ دو بڑے مواقع پر کافر قبائل نے اپنے پاؤں محمد ﷺ کے پیروؤں کی گردن پر رکھ دئیے تھے۔ گیارھویں صدی عیسوی میں سلجوق ترکوں نے اور تیرھویں صدی عیسوی میں مغلوں نے، مگر ہر بار فاتح نے مفتوح کے مذہب کو قبول کر لیا۔

اسی طرح پروفیسر حتی نے بھی تاریخ میں ان حقائق کو یوں بیان کیا ہے!

Hard pressed between the mounted archers of the wild Mongols in the fast and the mailed knights of the Crusaders on the West, Islam in the early part of the 13th century seemed for ever lost. How different was the situation in the last part of the same century, The last crusdader had by that time been driven into the sea. The seventh of the II-Khans, many of whom had been flirting with Christianity, had finally recognised Islam as the state religion-A Dazzling victory for the faith of Mohammad. Just as in the case of the seljuqs, the religion of the Muslims had conquered where their arms had failed. Less than half a century after Hulagu's merciless attempt at the destruction of Islamic culture, his grcat-grandson Ghazan, as a devout Muslim, was consecrating much time and energy to the revivification of the same culture.

(History of the Arabs, by Hitti, P. 488)

مشرق میں وحشی منگولوں کے تیر اندازوں کی یلغار اور مغرب میں زرہ پوش صلیبی سرداروں کے درمیان تیرھویں صدی عیسوی کے ابتدائی حصہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ مگر اسی صدی کے آخری حصہ میں صورت حال کتنی مختلف ہو چکی تھی۔ آخری صلیبی اس وقت سمندر میں دھکیلا جا چکا تھا۔ گیارہ تاتاری خانوں میں سے ساتویں خان نے، جن میں سے اکثر کے یہاں عیسائی بیویاں تھیں اور وہ عیسائیت کی طرف مائل تھے، بالآخر اسلام کو سرکاری مذہب کے طور پر تسلیم کر لیا۔ محمد ﷺ کے مذہب کی یہ کیسی شاندار فتح تھی۔ بالکل سلجوقوں کے معاملہ کی طرح، مسلمانوں کے مذہب نے وہاں کامیابی حاصل کر لی جہاں ان کے ہتھیار ناکام ہو چکے تھے۔ ہلاکو کے ہاتھوں اسلامی تہذیب کی بے رحمانہ تباہی کے بعد نصف صدی سے بھی کم مدت میں اس کا پوتا غازان مسلمان ہو کر اسی تہذیب کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت اور قوت خرچ کر رہا تھا۔

اندازہ فرمائیے جو کام تیر و تلوار سے سرانجام نہ دیا جا سکا وہ خاموش دعوت و تبلیغ سے انجام کو پہنچ گیا۔ علامہ تقی الدین ابن تیمیہ نے مصر و شام کے مسلمانوں کو اکٹھا کر کے یہ نعرہ دیا کہ "جنگ کا علاج جنگ ہے۔" (الحرب النقی للعرب)

لیکن وہ انتہائی فوجی قوت سے اسے ختم نہ کر سکے۔ اس وقت اسلام کی دعوتی قوت ظاہر ہوئی اور اس نے تاتاریوں کے مسئلہ کو نہ صرف ختم کیا بلکہ انھیں اسی اسلام کا خادم بنا دیا جس کی جڑیں کھودنے کے لئے وہ قسمیں کھا چکے تھے۔

علامہ ابن کثیر نے اپنی مشہور تاریخ البدایۃ والنہایۃ میں تاتاریوں کے ایمان لانے کی کیفیت کو ۶۹۴ھ کے واقعات کے تحت یوں لکھا ہے۔

"اس سال چنگیز خان کا پڑپوتا قازان تاتاریوں کا بادشاہ ہوا، اور امیر توزون کے ہاتھ پر علانیہ مشرف بہ اسلام ہوا، اور تاتاری کل یا بیشتر اسلام میں داخل ہو گئے۔ جس روز بادشاہ نے اسلام قبول کیا اس روز سونا، چاندی اور موتی لوگوں کے سروں پر نچھاور کئے گئے۔ اس نے اپنا نام محمود رکھا اور جمعہ اور خطبہ میں شرکت کی۔ بہت سے بت خانے گرا دیے اور ان پر جزیہ مقرر کیا۔ بغداد اور دوسرے شہروں اور ملکوں کی غصب کی ہوئی چیزیں واپس کی گئیں اور انصاف کیا گیا۔ اور لوگوں نے تاتاریوں کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی اور اللہ تعالی کے فضل و احسان کا شکر ادا کیا۔ (البدایۃ والنہایہ جلد ۱۳ ص ۲۴۰)

یہ ہے اسلام کی روحانی طاقت کا معجزہ اور چند گمنام اور مخلص داعیوں کی دعوت کا ثمرہ اور نتیجہ۔ کاش اس وقت بھی اللہ کا کوئی بندہ اسلام کی اس دعوت کو لے کر اٹھے اور وقت کے چنگیز خانوں کی اولاد کو حلقۂ اسلام میں داخل کرنے کی سعی کرے، لیکن آج ہمارا دعوتی نظام جن ہاتھوں میں ہے وہ اسلام کی دعوت تو نہیں دیتے بلکہ اپنی سیادت کے بت کو پوجنے کی دعوت دیتے ہیں۔

قلم برداشتہ

مولانا محمد عبد الحق

"ایک ضروری وضاحت"

مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی خدمت میں

مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ شب و روز خدمت دین کی محنت میں مصروف ہیں۔ جرائد و اخبارات میں بھی ان کے علمی مقالات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ "آپ کے مسائل اور ان کا حل" ان کا خاص موضوع ہے۔ ماہنامہ بنیات۔ اقراء ڈائجسٹ۔ اور روزنامہ جنگ کراچی میں بھی ہفتہ وار موجودہ مسائل اور استفسارات پر ان کے علمی جوابات شائع ہوتے ہیں۔ مختلف اوقات میں ان کے تحریر کردہ علمی جوابات کا مجموعہ اب کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ اس وقت یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی جلد اول میں راقم کا ایک خط شریک اشاعت ہے۔ مولانا کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے میرے خط کو ایک خاص نظریہ پر محمول کیا ہے۔ حالانکہ اس خط سے میرا وہ مقصد نہیں تھا جس پر انہوں نے اس کو محمول کیا ہے اس بنا پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پس منظر کی وضاحت کی جائے۔ ماہنامہ بنیات کراچی کی اشاعت رمضان و شوال ۱۴۰۱ھ مطابق اگست ۱۹۸۱ء میں "مسائل و احکام" کے زیر عنوان فضل القیوم نامی سائل کے ایک اہم سوال کے جواب میں مولانا نے تحریر کیا۔

"اہل سنت کے نزدیک یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں یہ رافضیوں کا شعار ہے۔"

اس پر میں نے مولانا کو ایک عریضہ تحریر کیا کہ بعض حضرات لعنت یزید کے قائل ہیں۔ ان میں سے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ، ترجمان مسلک اہل دیوبند مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحب تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں اور اس ضمن میں احقر نے قاضی صاحب کی کتاب "السیف المسلول" اور قاری محمد طیب صاحب کی کتاب "شہید کربلا اور یزید" اور علامہ آلوسی کی تفسیر "روح المعانی" سے چند عبارات نقل کر کے ان کی خدمت میں ارسال کیں۔ ان عبارات کے تحریر کرنے کے بعد میں نے مولانا کو لکھا

"آپ جیسے معتدل اور متین صاحب علم پر ضروری ہے کہ اس مسئلہ کی تنقیح فرما کر جواب عنایت فرماویں اور اکابر اہل سنت کے ان مختلف اقوال کے درمیان تطبیق دے کر ذہنی الجھن کو دور فرماویں۔"

میرے اس خط کا مقصد یہی تھا کہ ان متضاد عبارات میں تطبیق کی کیا صورت ہو سکتی ہے جیسا کہ میری عبارت سے واضح ہے نا یہ کہ میں لعنت یزید کے جواز کا قائل ہوں۔ اور میرے اس خط کے جواب میں مولانا نے مجھے درج ذیل والانامہ تحریر کیا۔

محمد یوسف لدھیانوی
ماہنامہ "بینات" نیوٹاؤن کراچی۵

مخدوم و مکرم! زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! نامۂ کرم نے ممنون فرمایا۔ یزید کے بارے میں میری جس تحریر کا جناب نے حوالہ دیا ہے ایک خاص جھگڑے کو فرو کرنے کے لئے تھی۔ مگر میرے رفیق نے اسے میرے علم و اطلاع کے بغیر شائع کر دیا۔ اور میں نے بھی اسے چھپنے کے بعد ہی پڑھا۔ آنجناب نے بہت ہی کرم فرمایا کہ اس کی طرف توجہ دلائی۔ میں کوشش کرونگا کہ فرصت ملے تو اس مسئلہ پر کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھوں۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے ہمارے اکابر کا مسلک وہی ہے جو میں نے ملا علی قاری کی عبارت سے نقل کیا ہے۔ فلا شک ان السکوت اسلم۔ واللہ اعلم
لیکن اگر ہمارے اکابر کا مسلک سمجھنے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہو تو میں اپنی غلطی سے رجوع کر سکتا ہوں۔ اور جو کچھ اکابر نے فرمایا ہے اسکو درست سمجھتا ہوں۔

جہاں تک دوسری قسم کی عبارتوں کے درمیان تطبیق کا تعلق ہے اس کا منشا میں یہ سمجھتا ہوں کہ بعض حضرات کے نزدیک وہ مومن تھا مگر فاسق۔ اسلئے اس پر لعنت صحیح نہیں۔ اور بعض کو اس کے ایمان میں بھی تردد ہے۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کے کفر کا یقین ہے۔ صاحب روح المعانی کا رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے مزاج بعافیت ہونگے۔ والسلام

محمد یوسف
۲۶/۱۱/۱۴۰۱ھ

لدھیانوی عفا اللہ عنہ
کراچی نمبر

"مخدوم ومکرم زیدت معالیھم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!
نامۂ کرم نے ممنون فرمایا۔ یزید کے بارے میں میری وہ تحریر جس کا جناب نے حوالہ دیا ہے ایک خاص جھگڑے کو فرو کرنے کے لئے تھی۔ مگر میرے رفیق نے اسے میرے علم و اطلاع کے بغیر شائع کر دیا۔ اور میں نے بھی اسے چھپنے کے بعد ہی پڑھا۔ آنجناب نے بہت کرم فرمایا کہ اس کی طرف توجہ دلائی۔ میں کوشش کرونگا کہ فرصت ملے تو اس مسئلہ پر کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھوں۔
جہاں تک میں نے غور کیا ہے ہمارے اکابر کا مسلک وہی ہے جو میں نے ملا علی قاری کی عبارت سے نقل کیا ہے۔ "فلاشک ان السکوت اسلم"۔ واللہ اعلم۔ لیکن اگر ہمارے اکابر کا مسلک سمجھنے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہو تو میں اپنی غلطی سے رجوع کر سکتا ہوں۔ اور جو کچھ اکابر نے فرمایا ہے اسکو درست سمجھتا ہوں۔
جہاں تک دو قسم کی عبارتوں کے درمیان تطبیق کا تعلق ہے اس کا منشاء میں یہ سمجھتا ہوں کہ بعض حضرات کے نزدیک وہ مومن تھا مگر فاسق اسلئے اس پر لعنت صحیح نہیں اور بعض کو اسکے ایمان میں بھی تردد ہے بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کے کفر کا یقین ہے۔
صاحب روح المعانی کا رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے مزاج بعافیت ہوں گے"
والسلام محمد یوسف
۲۶/۱۱/۱۴۰۱ھ

لیکن کتاب "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کی جلد اول میں میرے خط پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں دوسرا فریق "بغض یزید" میں آخری سرے پر ہے اس کے نزدیک یزید کی سیاہ کاریوں کی مذمت کا حق ادا نہیں ہوتا جب تک کہ یزید کو دین و ایمان سے خارج اور کافر وملعون نہ کہا جائے۔ یہ فریق یزید کو اس عام دعائے مغفرت ورحمت طلبی کا مستحق بھی نہیں سمجھتا جو امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کے گناہ گاروں کے لئے کی جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۱۷۱ ج۱) انا للہ وانا الیہ راجعون

نہایت ہی احترام کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ مولانا کا میرے خط سے اس نظریہ کا استخراج ان کا اپنا طبع زاد ہے۔ میرے خط میں تو اس طرف اشارہ تک نہیں کیونکہ اس معاملہ میں میرا وہی نظریہ ہے جو محققین اہل سنت کا ہے۔ "فلاشک ان السکوت اسلم" یا جیسا کہ صاحب مفتاح السعادۃ نے فرمایا ہے فالاسلم عدمہ اذلم یثبت انہ قتلہ اوامربہ اورضی بہ اوفرح بہ وان یثبت ذالک فلم یثبت انہ مات بلا توبہ۔ ص ۲۹۰ ج۲

(بقیہ ص ۲۶ پر)

طنز و مزاح

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات انکی

لوڈشیڈنگ ۲۴ دسمبر سے دوبارہ شروع ہو جائے گی۔ (ایک خبر)
ختم کب ہوئی تھی؟

○ کراچی کے حالات جلد معمول پر آجائیں گے۔ (بے نظیر)
غریبوں کی کمائی لٹ جانے کے بعد!

○ اپوزیشن اپنی تحریکوں کا انجام دیکھ چکی ہے۔ (نصر اللہ)
کشمیر کمیٹی کے چیئرمین کی صورت میں!

○ ہمارا نظام تعلیم کالے انگریز پیدا کر رہا ہے۔ (عمران خان)
یہی بات مولوی نے کہی تو کالے انگریز نے اسے دقیانوس کہا۔

○ آصف زرداری کے حلقے میں بلاول نہر کا کام شروع ہو گیا۔ (ایک خبر)
قاضی نے اپنی جورو کا منہ چوما۔ لوگوں پر احسان کیا۔

○ برطانوی وفد کے لئے انور سیف اللہ کا خصوصی عشائیہ۔ جام ٹکرائے۔ رقاصاؤں پر نوٹوں کی بارش۔ (ایک خبر)
بدنام ہیں بدذات ہیں بدکار ہیں ویسے۔ اے وائے چمن تیرے نگہدار ہیں کیسے!

○ پولیس سے ہماری جان چھڑائیں۔ ڈاکوؤں سے ہم خود نمٹ لیں گے۔ (ممتاز بھٹو)
پولیس اور ڈاکوؤں سے آپ بھی ناراض ہیں؟

○ قومی اسمبلی میں ہنگامہ۔ (ایک خبر)
کوئی تشویش کی بات نہیں معمول کی مشقیں ہیں۔

○ بیگم "ناہید سکندر" نے داتا دربار حاضری دی۔ (ایک خبر)
اللہ کے دربار میں حاضری نصیب نہیں۔

○ بے گناہ لوگوں کی ہلاکت پر دلی افسوس ہے۔ (بے نظیر)
مگرمچھ کے آنسو!

○ ہیل سلاسی کو انقلابیوں نے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا تھا۔ (ایک خبر)
اے عقل والو! عبرت حاصل کرو!

○ بھارت میں خواتین کی تین یونیورسٹیاں ہیں۔ پاکستان میں ایک بھی نہیں۔ (پروفیسر فاروق ملک)
پاکستان میں بھی تین ہیں۔ خواتین تھانے۔ خواتین بنک۔ خواتین عدالتیں۔

○ ملتان۔ ۱۱ ماہ میں ۱۰،۰۰۰ سے زائد مقدمات کا ریکارڈ اندراج۔ (ایک خبر)
جاگیردار زیادہ۔ جرائم بھی زیادہ۔

○ وزیراعظم نے عوام کا معیار زندگی بلند کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ (قربان چوہان)
اوجا..... اوجا! منہ دھو کے آ.....!

○ حاکو اور ڈاکو۔ باپ بیٹے کی ٹیم نے ملک کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ (مرتضیٰ بھٹو)
مشرقی پاکستان بھٹو نے علیحدہ کرایا۔ (آنجہانی یحییٰ خان کے بیان سے اقتباس)

○ (شہداد پور) پولیس اہلکاروں نے جوتوں سمیت مسجد میں گھس کر ۳ افراد کو گرفتار کر لیا۔ (ایک خبر)
لعنت بے شمار بکار ثواب!

○ وزیراعظم کو سیر سپاٹے سے فرصت نہیں۔ (ساجد نقوی)
عورت اور گولی ایک دفعہ چلی تو تو بہ ہی بھلی۔

○ نواز شریف کے بیمار بیٹے کے لئے بے نظیر کا گلدستہ۔ (ایک خبر)
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں!

○ وٹو نے پرندوں کا شکار کیا۔ (ایک خبر)
بندوں کے شکار سے اکتا گئے ہوں گے۔

○ اخبارات کراچی کے واقعات کم شائع کریں۔ (کھرل)
انسان بے گناہ قتل ہوتے رہیں؟

○ سابق دور میں پولیس لوگوں کو گھروں سے اٹھا لے جاتی تھی۔ عوامی حکومت نے یہ سلسلہ ختم کر دیا ہے۔ (بے نظیر)
لوگوں کو سڑکوں پہ مروانا شروع کر دیا ہے۔

○ کسی منصب کی خواہش نہیں۔ (نوابزدہ نصراللہ)
ایک ہی منصب لے ڈوبا ہے۔

○ مغربی معاشرہ عریانی کی وجہ سے برباد ہو رہا ہے۔ (عمران خان)
"دختر مشرق" تو عریانی پہ لٹو ہے۔

○ پاکستان ناقابل تقسیم وحدت ہے۔ (صدر لغاری)
قائد اعظم کا یا قائد عوام کا؟

○ امن وامان سے کھیلنے والوں کی کمر توڑ دوں گا۔ (وٹو)
لنگڑے نے چور پکڑا۔ دوڑیو میاں اندھے!

○ کیا بے نظیر اندھی بہری ہیں۔ انہیں کراچی میں بہتا خون نظر نہیں آتا۔ (پروفیسر غفور)
بالکل صحت مند ہیں یہی ان کی صحت کا راز ہے۔

○ وفاقی وزیر قانون اقبال حیدر مستعفی (ایک خبر)
کوئی نویں جوٹھ آجائے گی۔

○ حکومت مہنگائی پر قابو پانے میں ناکام رہی ہے۔ (شیر افگن)
ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

○ فضل الرحمن نے فرانس کی نیشنل اسمبلی کا دورہ کیا۔ (ایک خبر)
کہاں قاسم العلوم اور کہاں فرانس کی نیشنل اسمبلی.... کجا حوضِ کوثر کجا جم خانہ کلب۔

○ (عمر کوٹ) پچاس روپے گم ہونے پر سیٹھ نے نوکر کو مار مار کر ہلاک کر دیا۔ (ایک خبر)
انسان مر گیا کمینہ باقی رہ گیا۔

○ بابری مسجد کو دوبارہ اصل جگہ پر تعمیر کیا جائے۔ (اسلامی سربراہ کانفرنس کا مطالبہ)
اور مالاکنڈ میں جو مساجد شہید کی گئی ہیں؟

○ مولانا عبدالستار ایدھی ناپسندیدہ سرگرمیوں کی بناء پر گرفتار ہونے والے تھے؟ بلقیس ایدھی کا دورہ بھارت بھی خفیہ مشن ہے۔ (اخبار کی بڑی خبر)
اخبارات کا مولانا...... مگر قرآن مجید نہ پڑھا ہوا اور نماز کو اہمیت نہ دینے والا بہروپیا!

○ محمد صلاح الدین مدیر تکبیر کو شہید کر دیا گیا۔ (ایک خبر)

○ اظہر سہیل کو خوشامدی پروگرام مقابل ہے آئینہ۔ کا مدیر بنا دیا گیا۔ (دوسری خبر)
سچ کہے سو مارا جائے جھوٹا بھڑوا لڈو کھائے

○ اسلامی سربراہی کانفرنس نے بنیاد پرستی کے خلاف قرارداد منظور کر کے بہت بڑی خدمت کی۔ (گورنر الطاف حسین)
نسل بے اصل۔ بے بنیاد لوگوں کے لئے خوش خبری!

○ نوابزادہ نصر اللہ نے وزیر اعظم بننے کی پیشکش ٹھکرا دی۔ (ایک خبر)
الیکٹرانک حقہ ہی کافی ہے۔

○ رولنگ مان لیں۔ ورنہ شدید بحران پیدا ہو جائے گا۔ (سپیکر گیلانی)
ورنہ......اسی تنخواہ پر کام کروں گا۔

○ ہیپی نیو ائیر کے پروگرام بزور طاقت روکیں گے۔ (اسلامی جمیعت طلبہ)
اللہ تمہاری مدد کرے!

○ جو ناچ گانا نہیں دیکھنا چاہتے اپنا ٹی وی بیچ دیں۔ (خالد کھرل)
شراب خانہ خراب زادوں سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے؟

○ کوہستان میں شریعت نافذ کر دی گئی۔ (ایک خبر)
پاکستان میں کیا تکلیف ہے؟

○ صدر لغاری سپریم کمانڈر سے سپریم جیالا بن چکے ہیں (مشاہد حسین)
پسند اپنی، نصیب اپنا۔

○ کراچی میں فوج واپس جائے گی نہ مارشل لاء لگائیں گے۔ (نصیر اللہ بابر)
امریکہ کے لئے راہ بنائیں گے۔

○ پنجاب کابینہ نے امن و امان کی صورت حال تسلی بخش قرار دے دی۔ انتظامیہ کو خراج تحسین (ایک خبر)
قتل، ڈکیتی اور شراب و زنا کی محفلیں عام، امن قائم۔

(بقیہ از صفحہ ۶)

"نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔
(سورہ روم آیت 31 پ 21)

جو نماز نہیں پڑھتا وہ اللہ کا فیصلہ سن لے یہ فیصلہ تو فضاء بسیط و محیط میں گونج رہا ہے تمہیں اور تم جیسوں کو جھنجوڑ رہا ہے، تمہارے بے حس کانوں سے ٹکرا رہا ہے۔ اس صداء ہوتی کو سنو اور اعتراف کرو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ نہ صرف تدبیر کی غلطی ہے بلکہ تقدیر سے تصادم بھی ہے۔ بغاوت اور محاذ آرائی ہے، تمہیں تو نواز شریف کی محاذ آرائی برداشت نہیں، قاضئ تقدیر تمہاری محاذ آرائی کیونکر اور کب تک برداشت کریگا......؟ تمہاری اس محاذ آرائی کے نتیجہ میں اولادیں بد معاش، نافرمان و ناہنجار ہو جائیں گی، معیشت میں عام تنگی پیدا ہو جائے گی، قتل و غارت گری بڑھ جائے گی، آرام چھن جائے گا، سکون لٹ جائے گا، سولائزڈ شہر خوبصورت حیوانوں، درندوں اور پرندوں کی آماجگاہ بن جائیں گے، جنگل کی وحشتوں کا راج ہو گا۔

قاضی تدبیر! اس وقت سے بچو اور ملک و قوم کو بچانے کی تدبیر کرو۔ یہ عمل کا وقت ہے سازش کا نہیں، یہ اطاعت کا دور ہے بغاوت کا نہیں، یہ تواضع کا منصب ہے تکبر کا نہیں، یہ مقام عفو درگزر ہے یہ انتقام کی جگہ نہیں، انعام و اکرام کی "کرسی" آج ہے کل نہیں۔ کوئی کام تو انسانوں والا کر جاؤ۔
الیس منکم رجل رشید؟
اے "اسلام آبادیو!" تم میں ایک بھی آدمی نہیں؟
○

طاہر رزاق

مرزا قادیانی کی شادی

تقریباً ایک صدی بیتی، مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور میں ایک نہر کی کھدائی کا کام شروع ہوا۔ اس نہر کو قادیان سے دو اڑھائی میل مغرب کی جانب سے بھی گزرنا تھا۔ قادیان کے قریب جب اس نہر کی کھدائی شروع ہوئی تو محکمہ نہر کے ایک ملازم میر ناصر نواب کی ڈیوٹی اس نہر پر لگی۔ میر ناصر نواب دہلی کا رہنے والا تھا اور ملازمت کے سلسلہ میں بمعہ اہل و عیال یہاں آیا تھا اور قادیان کے قریب ایک گاؤں "تتلہ" میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ قادیان میں اس کی ملاقات ایک شخص مرزا غلام قادر سے ہوئی تھی اور تھوڑی ہی مدت بعد یہ ملاقات ایک گہری دوستی میں بدل جاتی ہے۔ ایک دن میر ناصر نواب کی اہلیہ بیمار ہو جاتی ہے۔ پردیس میں آیا ہوا میر ناصر نواب بیماری سے پریشان ہو جاتا ہے اور وہ اپنی اس پریشانی کا اظہار اپنے دوست مرزا غلام قادر سے کرتا ہے، مرزا غلام قادر اسے کہتا ہے کہ تم فکر نہ کرو میرا باپ ایک ماہر طبیب ہے۔ تم بیوی کو لے کر میرے گھر آ جانا، میں والد صاحب سے اس کا علاج کروا دوں گا۔ میر ناصر نواب بیوی کو لے کر قادیان پہنچتا ہے۔ اس کے دوست مرزا غلام قادر کا باپ مرزا غلام مرتضیٰ مریضہ کی نبض دیکھتا ہے اور ایک نسخہ لکھ دیتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد دونوں کی دوستی اور پکی ہو جاتی ہے۔ اس واقعہ کے کچھ مدت بعد غلام قادر کا باپ مرزا غلام مرتضیٰ فوت ہو جاتا ہے۔ مرزا غلام قادر میر ناصر نواب سے کہتا ہے کہ آپ گاؤں "تتلہ" میں رہتے ہیں۔ وہ گاؤں بدمعاشوں کا گاؤں ہے اور آپ پردیسیوں کا وہاں رہنا مناسب نہیں۔ میں گورداسپور میں رہتا ہوں اور ہمارا قادیان والا مکان خالی پڑا ہے۔ میرا چھوٹا بھائی مرزا غلام احمد اس مکان کے ایک حصہ میں رہتا ہے اور وہ بھی کبھی کبھی گھر آتا ہے ورنہ اس کا زیادہ وقت باہر ہی گزرتا ہے۔ اس لئے آپ کو پردہ وغیرہ کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی۔ میر ناصر نواب مرزا غلام قادر کی پیشکش کو قبول کر لیتا ہے اور اپنی فیملی کو لے کر قادیان میں منتقل ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچتے ہی مرزا غلام احمد اور میر ناصر نواب کی بیوی کے محبت بھرے تعلقات استوار ہو

جاتے ہیں۔ طائر محبت آسمان سے باتیں کرنے لگتا ہے اور دونوں ایک دوسرے پر دل نثار کرنے لگتے ہیں۔ دونوں اطراف سے تحائف کا تبادلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جب ان

محبت بھرے خفیہ تعلقات کا پتہ مرزا غلام قادر کی بیوی یعنی مرزا غلام احمد کی بڑی بھاوج کو چلتا ہے تو وہ ان ناجائز تعلقات کا سختی سے نوٹس لیتی ہے۔ جس سے محبت بھرے جوڑے اور غلام قادر کی بیوی میں ٹھن جاتی ہے اس ساری صورت حال کو مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد اپنی کتاب سیرت المہدی میں میر ناصر نواب کی بیوی اور اپنی نانی کی زبان سے یوں بیان کرتا ہے۔

بیان کو ذرا پوری توجہ سے پڑھیے

"ان دنوں جب بھی تمہارے تایا (مرزا غلام قادر) گورداسپور سے قادیان آتے تھے تو ہمارے لئے پان لایا کرتے تھے اور میں ان کے واسطے کوئی اچھا سا کھانا تیار کر کے بھیجا کرتی تھی۔ ایک دفعہ جو میں نے شامی کباب ان کے لئے تیار کئے اور بھیجنے لگی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ گورداسپور واپس چلے گئے ہیں۔ جس پر مجھے خیال آیا کہ کباب تو تیار ہی ہیں میں ان کے چھوٹے بھائی (مرزا غلام احمد) کو بھجوا دیتی ہوں۔ چنانچہ میں نے نائن کے ہاتھ تمہارے ابا کو کباب بھجوا دیئے اور نائن نے مجھے آ کر کہا کہ وہ بہت ہی شکر گزار ہوئے تھے۔ اور انہوں نے بڑی خوشی سے کباب کھائے اور اس دن انہوں نے اپنے گھر سے آیا ہوا کھانا نہیں کھایا۔ اس کے بعد میں ہر دوسرے تیسرے دن ان کو کچھ کھانا بنا کر بھجوا دیا کرتی تھی۔ اور وہ بڑی خوشی سے کھاتے تھے۔ لیکن جب اس بات کی اطلاع تمہاری تائی کو ہوئی تو انہوں نے بہت برا منایا کہ میں کیوں ان کو کھانا بھیجتی ہوں۔ کیونکہ وہ اس زمانہ میں تمہارے ابا کے سخت مخالف تھیں اور چونکہ گھر کا سارا انتظام ان کے ہاتھ میں تھا۔ وہ ہر بات میں انہیں تکلیف پہنچاتی تھیں مگر تمہارے ابا صبر کے ساتھ ہر بات کو برداشت کرتے تھے۔" یعنی بہت ڈھیٹ تھے۔ (ناقل)

(سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۵۰ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

مرزا غلام احمد نے جہاں اپنے شیطانی جال میں میر ناصر نواب کی بیوی کو جکڑ رکھا تھا۔ وہاں اس نے میر ناصر نواب کی نو خیز بیٹی نصرت جہاں بیگم پر بھی اپنی حریص آنکھ رکھی ہوئی تھی اور لڑکی کو بھی اس نے رام کر لیا تھا اور وہ بڈھا کھوسٹ اس سے شادی

رچانا چاہتا تھا۔ مرزا قادیانی کے پاس ماں بیٹی سے ملنے کے کھلے مواقع تھے اور وہ جی بھر کر ان سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ مرزائی بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی اپنی کتابیں مرزا قادیانی کی خباثت پر گواہی دے رہی ہیں۔

" بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ (زوجہ مرزا قادیانی) نے کہ جب میں چھوٹی لڑکی تھی۔ تو میر صاحب (یعنی خاکسار کے نانا جان) کی تبدیلی ایک دفعہ یہاں قادیان بھی ہوئی تھی اور ہم چھ سات ماہ یہاں ٹھہرے تھے۔ پھر یہاں سے دوسری جگہ میر صاحب کی تبدیلی ہوئی۔ تو وہ تمہارے تایا سے بات کر کے ہم کو تمہارے تایا کے مکان میں چھوڑ گئے تھے اور پھر ایک مہینہ کے بعد آ کر لے گئے۔ اس وقت تمہارے تایا قادیان سے باہر رہتے تھے اور آٹھ روز کے بعد یہاں آیا کرتے تھے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ان کو دیکھا ہے۔ خاکسار نے پوچھا کہ حضرت صاحب کو بھی ان دنوں میں آپ نے دیکھا تھا یا نہیں؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب رہتے تو اس مکان میں تھے مگر میں نے آپ کو نہیں دیکھا اور والدہ صاحبہ نے مجھے وہ کمرہ دکھایا جس میں ان دنوں حضرت صاحب رہتے تھے۔"

(سیرت المہدی حصہ اول ص ۵۷ ـ ۵۶۔ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ میر ناصر نواب پورا ایک مہینہ گھر پر نہیں۔ مرزا قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر ہفتہ کے بعد صرف تھوڑی دیر کے لئے قادیان آتا ہے۔ گھر میں میر ناصر نواب کے اہل خانہ کے ساتھ مرزا قادیانی گھسا ہوا ہے اور اپنی شنیع حرکات میں مصروف ہے۔

؎ صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

بیٹا ماں سے پوچھ رہا ہے کہ کیا آپ نے شادی سے پہلے مرزا قادیانی کو دیکھا تھا۔ جس کے جواب میں نصرت جہاں بیگم کمال سادگی سے کہہ رہی ہے کہ انہیں تو نہیں دیکھا تھا مگر ان کا کمرہ دیکھا تھا۔ یعنی مکان دیکھا ہے۔ مکیں نہیں دیکھا۔

ہائے اس سادگی پہ کون نہ مرجائے

مرزا قادیانی نے نصرت جہاں بیگم سے شادی کے لئے اس کی ماں سے اصرار کیا تو اس کی ماں نے اسے جواب دیا۔ تھوڑی دیر صبر کرو میں تمہارے لئے راستہ بناتی ہوں تاکہ ہماری عزت بھی لوگوں کی نگاہوں میں محفوظ رہے اور تمہارا کام بھی بن جائے۔ نصرت جہاں بیگم کے لئے جو بھی رشتہ آئے گا۔ میں اس کے باپ سے اس رشتہ کے

بارے میں انکار کر دیا کروں گی اور پھر جب پانچ سات رشتوں کو ٹھکرا دوں گی تو اس کے ساتھ ہی تمہارے لئے راستہ ہموار کر دوں گی۔ میر ناصر نواب قادیان سے دفتری رخصت لیکر اپنے شہر دہلی واپس چلا جاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر میر ناصر نواب کی بیوی اس سے کہتی ہے کہ اب نصرت جہاں بیگم اٹھارہ سالہ جوان ہو چکی ہے' ہمیں اس کی شادی کا سوچنا چاہئے اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ اس سلسلہ میں ہمیں مرزا غلام احمد کی ضرور مدد لینی چاہئے کیونکہ وہ بااثر اور تعلقات رکھنے والا آدمی ہے۔ میر ناصر نواب کی بیوی اسے شیشے میں اتار لیتی ہے۔ اور میر ناصر نواب فوراً مرزا قادیانی کو اس بارے میں خط لکھتا ہے اب اس کہانی کی صورت حال مرزا بشیر احمد سے سنئے۔ جسے وہ اپنی نانی کی زبانی بیان کر رہا ہے۔

" اس کے بعد ہم رخصت پر دہلی گئے اور چونکہ تمہاری اماں اس وقت جوان ہو چکی تھی۔ ہمیں ان کی شادی کا فکر پیدا ہوا اور میر صاحب نے ایک خط تمہارے ابا (مرزا قادیانی) کے نام لکھا کہ مجھے اپنی لڑکی کے واسطے بہت فکر ہے آپ دعا کریں کہ خدا کسی نیک آدمی کے ساتھ تعلق کی صورت پیدا کر دے۔ تمہارے ابا نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں خود شادی کرنا چاہتا ہوں اور آپ کو معلوم ہے کہ گو میری پہلی بیوی موجود ہے اور بچے بھی ہیں مگر آجکل میں عملاً مجرد ہی ہوں۔ و غیرٖ ذلک۔ کتنی بے تکلفی تھی ساس اور داماد میں۔ یہیں سے دال میں کالا کالا مرزا قادیانی پکڑا جاتا ہے۔ (ناقل)

میر صاحب نے اس ڈر کی وجہ سے کہ میں اسے برا مانوں گی مجھ سے اس خط کا ذکر نہیں کیا (اس بدھو کو کیا پتہ تھا کہ سارا کھیل ہی تیرا بنایا ہوا ہے۔) اور اس عرصہ میں اور بھی کئی جگہ سے تمہاری اماں کے لئے پیغام آئے۔ لیکن میری کسی جگہ تسلی نہ ہوئی۔ حالانکہ پیغام دینے والوں میں سے بعض اچھے اچھے متمول آدمی بھی تھے اور بہت اصرار کے ساتھ درخواست کرتے تھے۔

بالآخر ایک دن میر صاحب نے ایک لدھیانہ کے باشندے کے متعلق کہا کہ اس کی طرف سے بہت اصرار کی درخواست ہے اور ہے بھی وہ اچھا آدمی اسے رشتہ دے دو۔ میں نے اس کی ذات وغیرہ دریافت کی تو مجھے شرح صدر نہ ہوا اور میں نے انکار کیا۔ جس پر میر صاحب نے کچھ ناراض ہو کر کہا کہ لڑکی اٹھارہ سال کی ہو گئی ہے کیا

ساری عمر اسے یونہی بٹھا چھوڑو گی۔ میں نے جواب دیا کہ ان لوگوں سے تو پھر غلام احمد ہی ہزار درجہ اچھا ہے۔ (تیر چلا دیا۔ ناقل) میر صاحب نے جھٹ ایک خط نکال کر میرے سامنے رکھدیا کہ لو پھر مرزا غلام احمد کا خط بھی آیا ہوا ہے۔ (کسی ذریعہ سے مرزا قادیانی کو خط بھیجنے کا پیغام بھجوا دیا ہو گا) جو کچھ ہو ہمیں اب جلد فیصلہ کرنا چاہئے۔ میں نے کہا اچھا غلام احمد کو لکھ دو۔ چنانچہ تمہارے نانا جان نے اسی وقت قلم دوات لیکر خط لکھ دیا (تیر نشانے پر لگا۔ مبارک ہو۔ ناقل) اور اس کے آٹھ دن بعد تمہارے ابا دہلی پہنچ گئے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۵۰۔ ۱۵۱ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

میر ناصر نواب کے دہلی جانے کے وقت سے لیکر شادی کی ہاں ہونے تک کے درمیانی وقت میں مرزا قادیانی کے دل پر غم فراق کے آرے چلتے رہے۔ اس کی آنکھیں نصرت جہاں کو دیکھنے کے لئے تڑپتی رہیں اور تپ ہجر میں اس کا دماغ ابلتا رہا۔ اس کے دن انگاروں پر اور راتیں کانٹوں پر بسر ہوتی رہیں۔ وہ کس کرب، درد و سوز کے ساتھ چلاتا تھا۔ اس کیفیت کا پتہ ہمیں خود قادیانی ہی بتاتے ہیں، حوالہ پیش خدمت ہے۔

" خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح (مرزا قادیانی) موعود کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے۔ جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے۔ جسے میں پہچانتا ہوں۔ بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اسکی دوا ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا میرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اس کے جانے سے صبر دل سے گیا ہوش بھی ورطہ عدم میں پڑے

سب کوئی خداوندا بنا دے کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی بہت روئے ہیں اب ان کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر دلا اک بار شور و غل مچا دے

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی سمجھو ایسی ہوئی قدرت خدا کی
میرے بت اب سے پردہ میں رہو تم کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی
نہیں منظور تھی گر تم کو الفت تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
میری دلسوزیوں سے بے خبر ہو میرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

(سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۳۲۔ ۲۳۳ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

پچپن سالہ دولہا اٹھارہ سالہ دلہن کو لینے کے لئے دہلی پہنچ گیا۔ بارات میں مرزا قادیانی کے قریبی ہندو دوست بھی شامل تھے۔ نکاح ہوا مرزا قادیانی اٹھارہ سالہ دولہن کو چھک چھک کرتی گاڑی میں بٹھا کر قادیان لے آیا۔ والدین نے بیٹی کے ساتھ ایک عورت کو بھی ساتھ بھیجا۔ قادیان پہنچ کر نصرت جہاں بیگم اداس اداس اور گھبرائی رہنے لگی۔ وہ دیدے کھول کھول کر فضاؤں میں گھورتی رہتی اور کبھی کبھی ان اداس دیدوں سے موٹے موٹے اور گرم گرم آنسو گر کر اس کے کپڑوں پر پھیل جاتے۔ وہ آنسو بھری سرخ آنکھیں پونچھ کر پھر فضاؤں میں گھورنے لگتی گویا اڑ کر دہلی جانا چاہتی ہو۔ دل کا غم قلم کے ذریعے کاغذ پر پھیل گیا یعنی نصرت جہاں بیگم نے اپنے والدین کو اپنی دلی کیفیات بیان کرتے ہوئے خطوط لکھے۔ جس کی گواہی اس کی ماں ان الفاظ میں دیتی ہے۔

"جب تمہاری اماں قادیان آئیں تو یہاں سے ان کے خط گئے کہ میں سخت گھبرائی ہوئی ہوں اور شاید میں اس غم اور گھبراہٹ سے مر جاؤنگی۔ چنانچہ ان خطوں کی وجہ سے ہمارے خاندان کے لوگوں کو اور بھی اعتراض کا موقعہ مل گیا اور بعض نے کہا کہ اگر آدمی نیک تھا تو اس نیکی کی وجہ سے لڑکی کی عمر کیوں خراب کی۔ اس پر ہم لوگ بھی کچھ گھبرائے اور رخصتانہ کے ایک مہینہ کے بعد میر صاحب قادیان آکر تمہاری اماں کو لے گئے۔ جب وہ دہلی پہنچیں تو میں نے اس عورت سے پوچھا جس کو میں نے دلی سے ساتھ بھیجا تھا کہ لڑکی کیسی رہی؟ اس عورت نے تمہارے ابا کی بہت تعریف کی اور کہا لڑکی یونہی شروع شروع میں اجنبیت کی وجہ سے گھبرا گئی ہو گی ورنہ مرزا صاحب نے تو ان کو بہت ہی اچھی طرح سے رکھا ہے اور وہ بہت اچھے آدمی ہیں اور تمہاری اماں نے بھی کہا کہ مجھے انہوں نے بڑے آرام کے ساتھ رکھا مگر میں یونہی گھبرا گئی تھی۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد واپس ہمارے پاس آگئیں (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۱۔ ۱۲ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)

اس مندرجہ بالا بیان کو پڑھ کر ذہن میں بہت سے سوال ابھرتے ہیں۔
نصرت جہاں بیگم کیوں اداس اداس اور پریشان رہی؟
نصرت جہاں بیگم کیوں گھبراہٹ سے مری جا رہی تھی؟
تھوڑے دنوں کے بعد نصرت جہاں بیگم کا گھبرایا گھبرایا دل کیسے خوشی سے جھوم اٹھا؟
جب ہم ذہنوں پر زور دے کر اس سوالوں کے جوابات تلاش کرتے ہیں تو خود مرزا قادیانی ہی ہمیں ان تمام سوالوں کا جواب دے دیتا ہے۔ حوالہ پیش خدمت ہے۔

"اس شادی کے وقت مجھے یہ ابتلاء پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابطیس اور درد سر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات مجھے تشنج قلب بھی ہوتا تھا۔ اس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی (دہلی کیا لینے گئے تھے؟ ناقل)
اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ غرض اس ابتلاء کے وقت میں نے جناب الٰہی سے دعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لئے الہام سے دو آیتیں بتائیں اور میں نے کشفی طور پر یہ دیکھا کہ ایک فرشتہ (حکیم نور الدین۔ ناقل) وہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ وہ دوا میں نے تیار کی اور اس میں خدا تعالیٰ نے اتنی برکت ڈال دی کہ میں نے دلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پر صحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دنیا میں مل سکتی ہے وہ بھی دی گئی .... میں اس زمانہ میں اپنی کمزوری کی وجہ سی ایک بچہ کی طرح تھا اور اپنے آپ کو خداداد طاقت میں پچاس مردوں کے قائم مقام پایا (تریاق القلوب ص ۶۸ ـ ۶۷ مصنفہ مرزا قادیانی)
واہ رے بھگتو! بیوی تو اس راز کو چھپاتی رہی اور تو نے ہنڈیا چوراہے میں پھوڑ دی۔
دوائیوں کے سہارے اور دوستوں کے تعاون سے مرزا قادیانی کا گھر پرانی سائیکل کی طرح چوں چوں اور کھڑ کھڑ کرتا چل تو پڑا لیکن نصرت جہاں بیگم نے گھر کے ہر میدان میں مرزا قادیانی کو شکست فاش دیتے ہوئے نصرت کے ایسے جھنڈے گاڑے کہ گھر میں مرزا قادیانی کی حالت اس تانگے کے مریل گھوڑے کی طرح تھی جس پر آٹھ سواریاں لدی ہوں اور وہ سخت گرمی میں پسینے میں شرابور، چابک کھاتا اور منہ سے جھاگ نکالتا ہوا کھڈے دار سڑک پر بٹالہ سے قادیان جا رہا ہو۔

قرآنِ کریم میں اہلبیت رسول ﷺ سے مراد صرف ازواجِ مطہراتؓ ہیں۔

اصحابِ رسول اور اہل بیتِ رسول ﷺ آسمانِ ہدایت کے درخشندہ ستارے ہیں۔

حویلیاں میں کتاب "اہل بیتِ رسول کون؟" کی تقریب رونمائی سے
سید عطاء المحسن بخاری، قاضی محمد طاہر الہاشمی اور دیگر مقررین کا خطاب

---

۱۸ دسمبر ۱۹۹۴ء کو حویلیاں (ہزارہ) میں ممتاز محقق پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی کی نئی کتاب "اہل بیت رسول کون؟" کی تقریب رونمائی منعقد ہوئی۔ تقریب کیا تھی۔ جلسہ عام تھا۔ جامع مسجد حویلیاں، چوک سیدنا امیر معاویہؓ میں صبح ہی سے لوگ جمع ہونا شروع ہوگئے تھے۔ تقریب کی دو نشستیں ہوئیں پہلی نشست قبل از نمازِ ظہر اور دوسری بعد از ظہر تا مغرب۔ تقریب کے مہمانِ خصوصی ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم تھے۔ حضرت قاضی چن پیر الہاشمی رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند قاضی محمد طاہر الہاشمی، علاقہ بھر میں اصلاحِ عقائد اور تبلیغ دین کا فریضہ جس احسن طریقہ سے سرانجام دے رہے ہیں اسکا جیتا جاگتا ثبوت تقریب میں شریک مسلمانوں کا جذبہ وشوق تھا۔

قاری عبدالباقی کی تلاوت قرآن کریم سے تقریب کا آغاز ہوا۔ مولانا الطاف الرحمن سٹیج سیکرٹری تھے اور مولانا شفیق الرحمن ڈسٹرکٹ خطیب ایبٹ آباد صدارت فرما رہے تھے۔ حضرت مولانا عبدالغفور سیالکوٹی، ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری اور سپاہِ صحابہ کے رہنما علامہ محمد شعیب ندیم نے بھی شرکاء تقریب سے خطاب کیا۔ مقررین نے جناب پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی کو اس تحقیقی کتاب کی اشاعت پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ یہ وقت کا تقاضا تھا جسے ہاشمی صاحب نے پورا کردیا۔ صاحبِ کتاب نے قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت مدلل اور متین انداز میں اس اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اور وہ اس خوبصورت محنت پر ہمارے خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔

مہمانِ خصوصی ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کا بیان بعد نمازِ عصر شروع ہوا اور غروب آفتاب کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ حضرت شاہ جی نے آیتِ تطہیر تلاوت فرمائی اور اسی کی روشنی میں اہل بیتِ رسول ﷺ ازواجِ مطہراتؓ کی سیرت بیان فرمائی۔ آپ نے کہا کہ اہل بیت رسول کی اصطلاح قرآنِ

کریم میں صرف ازواج مطہرات کے لئے مستعمل ہوئی ہے۔ عجمی خبیثیوں نے پروپیگنڈہ کے زور پر اسے اولاد رسول ﷺ پر منطبق کر لیا اور حیرت ہے ان جاہل سینوں پر جو اس پروپیگنڈے کے اسیر ہو کر رافضیت کی تبلیغ کا سبب بن رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یوں تو تمام ازواج مطہرات کے امت پر احسانات ہیں مگر سب سے زیادہ احسانات ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ حمیراؓ کے ہیں۔ دین کے سب سے زیادہ مسائل سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے ذریعے امت تک پہنچے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ رافضیوں اور سبائیوں نے جس منظم طریقہ سے دجل و تلبیس کر کے دین اسلام کو مسخ کیا ہے اس کو ختم کرنے کے لئے اس سے زیادہ منظم جدوجہد کی ضرورت ہے۔

حضرت شاہ جی نے قاضی صاحب محترم کو اس اہم کتاب کی اشاعت پر مبارکباد دی آپ نے فرمایا کہ محترم قاضی صاحب نے بڑی محنت اور محبت سے یہ کتاب لکھی ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں نفع کا ذریعہ بنائے آمین

بعد نماز مغرب احباب کا ایک ہجوم حضرت شاہ جی مد ظلہ سے شرف ملاقات کے لئے ان کے گرد جمع ہو گیا اور شاہ جی کی بے تکلف باتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

شاہ جی نے رات حویلیاں میں قیام فرمایا اور صبح راولپنڈی روانہ ہو گئے۔ یہ تقریب اپنی نوعیت کی شاندار اور باوقار تقریب تھی۔

(بقیہ از صـ ۱۳)

صحیح بات عدم جواز لعنت کی ہے کیونکہ یہ بات تو ثابت نہیں کہ یزید نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا تھا یا اس نے آپ کے قتل کا حکم دیا تھا یا آپ کے قتل پر راضی تھا یا اس نے خوشی کا اظہار کیا اور اگر بالفرض یہ بات ثابت بھی ہو تو یہ تو ثابت نہیں کہ اس کی موت توبہ کے بغیر واقع ہوئی۔

میں نے مولانا کے فتویٰ کے پیش نظر ان عبارات کا مطلب دریافت کیا میری طرف آپ نے جو خط تحریر کیا اس میں مولانا خود ہی متزلزل نظر آتے ہیں۔ پھر میرے خط سے اس نظریہ کا استخراج تب صحیح ہو سکتا تھا اگر میں ان کو اپنے عریضہ میں اس طرح تحریر کرتا کہ آپ کا جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کے جواب کے خلاف اکابر کی یہ عبارات موجود ہیں یہ تبصرہ تو ان حضرات پر چسپاں ہو سکتا ہے جنکی میں نے عبارات نقل کی ہیں۔

رپورٹ! مرزا محمد واصف خان پور

جمہوریت کے ذریعے اسلام کا حصول ناممکن ہے۔
آج کی حکومت اور اپوزیشن دونوں خدا کی مجرم ہیں۔

فاتح ربوہ ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کا خان پور میں تاریخی خطاب

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ پچھلے دنوں ضلع رحیم یار خان کے تبلیغی اور اصلاحی دورے پر تشریف لائے اس دورے میں دوسرے مقامات کے علاوہ آپ نے خانپور میں بھی خطاب فرمایا جو کہ تاریخی نوعیت کا تھا۔ جلسہ کی کارروائی قاری محمود احمد صاحب کی خوبصورت تلاوت سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد حافظ محمد اکرم نے ہدیہ نعت و نظم پیش کیا۔ حضرت ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

جب دین کیخلاف ماحول تیار ہو جائے تو دین مزاحمت کا درس دیتا ہے۔ اسلام میں مفاہمت نہیں ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے اڑھائی سالہ دور خلافت میں گیارہ بغاوتیں ختم کیں۔ حضرت عمرؓ نے آپ کے دور خلافت کے بارے میں فرمایا کہ اگر سیدنا صدیق اکبرؓ استقامت نہ فرماتے تو بعد میں آنیوالے اس سے زیادہ نرم ہو جاتے۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت اسامہؓ کو جو صحابہ میں سب سے چھوٹے صحابیؓ تھے۔ اس سفر پر روانہ کیا جسے نبی ﷺ اپنی آخری زندگی میں ادھورا چھوڑ گئے تھے۔ حضرت اسامہؓ کی بحیثیت کمانڈر تقرر پر بڑے بڑے عظیم صحابہؓ نے آپ کو مشورہ دیا کہ اسوقت مدینے کے حالات ٹھیک نہیں۔ لہذا آپ اس سفر کو موخر کر دیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ جنگل کے کتے مجھے یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو گھسیٹ کر چیر پھاڑ دیں۔ میں یہ تو برداشت کروں گا مگر حضور ﷺ کے کام کو موخر کر دوں، یہ مجھ سے نہ ہو گا۔

جمہوریت کے دعویدار کیا بتا سکتے ہیں کہ نبی محترم ﷺ نے کس کے مشورے سے سیدنا صدیق اکبرؓ کو مصلیٰ پر کھڑا کیا؟

کیا کوئی الیکشن ہوا؟ سیدنا علیؓ کی اس بارے میں گیارہ روایتیں ہیں۔ آپؓ نے فرمایا۔

ایکم من یوخر من قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تم میں سے کون ہے جو اس شخص کو پیچھے کرے جسے خدا کے رسول نے آگے کیا ہے۔۔۔۔۔ اور فرمایا

رضی ھولی دیننا ورضینہ لی دنیانا

رسول ﷺ ہمارے دین کے لئے ابو بکرؓ پر راضی ہوئے، ہم اپنی دنیا کیلئے ابو بکرؓ پر راضی ہوئے۔۔۔ پھر جبکہ رسول اللہ فرما چکے تھے۔

یأبی اللہ والمومنون الا ابابکرؓ

اللہ اور ایمان والے ابو بکرؓ کے سوا کسی اور کو قبول نہیں کرتے۔

سیدنا عمرؓ کا انتخاب کیسے ہوا؟ حضرت صدیق اکبرؓ بوڑھے ہوگئے۔ آپؓ کے جسم کی ھڈیاں نظر آتی تھیں۔ وصیت لکھواتے ہوئے غشی آ گئی۔ وصیت کے دوران حضرت عثمانؓ نے خلافت کیلئے حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا اور جب ہوش آئی تو فرمایا کہ عثمانؓ کیا لکھا۔ جواب دیا میں نے عمرؓ کا نام لکھ دیا ہے۔ فرمانے لگے اگر تو اپنا نام بھی لکھ لیتا تو منظور کر لیتا۔ اگر کوئی شخص اسے الیکشن سمجھتا ہے۔ تو سب سے بڑا پاگل اور بیوقوف ہے۔

حضرت شاہ جی مدظلہ نے اپنے خطاب میں فرمایا۔۔۔۔ متقی لوگوں کا حق ہے کہ وہ بیعت کریں سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے موقع پر چھ صحابہؓ کی کمیٹی میں سے پانچ صحابہؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو یہ اختیار دے دیا کہ جسے چاہیں خلافت سونپ دیں۔ آپؓ نے مدینہ کے جوان اور بوڑھوں سے رائے طلب کی تو سب نے کہا "لایظنون عدم بعثمانا۔۔۔ وہ عثمان کے علاوہ کسی کو وزن نہ دیتے تھے۔ اگر یہ جمہوریت ہے تو آپ نے صرف مدینہ والوں سے کیوں پوچھا؟ مکہ، طائف، نجران والوں سے رائے کیوں نہ طلب کی۔ جمہوریت میں تو سب کو رائے کی آزادی ہے جبکہ اسلام ہمیں پابند کرتا ہے۔ ہمیں رائے کی آزادی نہیں دیتا۔ جیسے حضور ﷺ نے ایک نابینا صحابی کے سامنے ازواج مطہرات سے کہا "میمونہؓ، سلمہؓ، عائشہ۔ اندر چلو یہ تو نابینا ہے۔ تم تو نابینا نہیں۔ حضور ﷺ نے کیا کسی کو آزادی دی جبکہ آج ہمارے بازار ہماری ہی ماؤں بہنوں سے بھرے ہوتے ہیں۔

شاہ جی نے خطاب کرتے ہوئے کہا سوشلزم اور جمہوریت کفر ہیں۔ اسلام سے ۸۹۰ سال پہلے جمہوریت تھی۔ افلاطون اسکا بانی تھا۔ افلاطونی جمہوری اصولوں کے مطابق آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کے سامنے تین تجاویز رکھیں۔

۱۔ آپ جہاں شادی کرنا چاہتے ہیں میں وہاں کروا دیتا ہوں۔

۲۔ اپنی دولت کے سارے انبار تیرے قبضے میں دے دیتا ہوں۔

۳۔ ۳۶۰ سال قبائل کی بادشاہت تجھے دے دیتا ہوں۔

اور کہا کہ بس لاالہ الااللہ کو چھوڑ دو۔ اس پر حضور ﷺ نے اپنے چچا کو جواب دیا "اگر تم میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دو اور کہو کہ لاالہ الااللہ کہنا چھوڑ دوں تو میں یا اللہ کے دین کا کلمہ بلند

کروں گا یا اس راستہ میں ہلاک ہو جاؤں گا۔"

کیا آپ ﷺ نے مفاہمت کی۔ آج کے جمہوری مولوی کس بات پر مفاہمت کر رہے ہیں جبکہ دین نام ہے مزاحمت کا۔ افسوس! آج کے جمہوری شاطروں نے اسلام کے اصولوں کو تبدیل کر دیا ہے۔ اسلام میں توسب اختیار اللہ کے پاس ہیں۔ جبکہ جمہوریت میں عوام کے پاس سر چشمہ اقتدار ہے۔ گویا وہ قرآن کی ان آیات کی نفی ہے۔

۱۔ الالہ الخلق والامر۔ تبارک اللہ رب العلمین

۲۔ ان الحکم الا للہ امرالاتعبدوالا ایاہ ذلک الدین القیم ولکن اکثرالناس لایعلمون۔

آج کی حکومت اور اپوزیشن دونوں خدا کی مجرم ہیں۔ جنہوں نے اس لادین کفریہ نظام کو اپنایا ہے۔ جمہوریت میں ایک آدمی کا ایک ووٹ ہے چاہے وہ سکھ، ہندو، عیسائی، مرزائی ہی کیوں نہ ہو جبکہ اسلام میں نماز نہ پڑھنے والوں کا، زکواۃ نہ دینے والوں کا کوئی ووٹ نہیں ہے۔ جمہوریت میں ایک متقی مسلمان شخص ایک ہندو اور غیر مسلم کے برابر ہے۔ جبکہ اسلام میں صرف متقی لوگ ہی بیعت کا حق رکھتے ہیں۔

میثاق مدینہ بھی جمہوریت کا معاہدہ نہیں ہے بلکہ ایک معاشرتی معاہدہ ہے۔ رہن سہن کا معاہدہ ہے۔ اقتدار کا معاہدہ نہیں ہے اور جو شخص اسے جمہوریت سمجھتا ہے وہ جاہل اعظم ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ اگر کنوارہ مرد اور کنواری لڑکی زنا کریں تو انہیں سو سو کوڑے مارو"

حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں زنا کے چھ مقدمے حل فرمائے اور فرمایا کہ میں نے انہیں قرآن کے مطابق حل کیا ہے۔ آج اگر ہمارے ملک کی وزیر اعظم یہ بھتی ہے کہ "اسلامی سزائیں ظالمانہ ہیں" تو نبی ﷺ کے فرمان کے انکار سے تو اسلام نہیں رہتا۔ کیا یہ مشرکانہ بکواس نہیں ہے؟ کیا محترمہ کے اس فعل سے ان کا اسلام باقی ہے۔ قرآن میں ہے کہ

اقیمو الصلواۃ ولا تکونو من المشرکین۔

نماز پڑھو اور مشرک نہ ہو۔ کیا کوئی اسکا انکار بھی کر سکتا ہے۔ کس نے تمہیں اس بکواس کا حق دیا ہے۔ تم رشدی اور تسلیمہ نسرین کے پیچھے پڑے ہوئے ہو یہ کیا ہے۔۔۔؟

۱۸۳۱ء سے ۱۸۶۲ء تک ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دی ہیں۔ انگریزوں کے جوتے نہیں چاٹے۔ ۷ جون ۱۸۹۷ء کو ملکہ وکٹوریہ کی تاجپوشی پر ملتان اور بہاولپور کے جاگیر دار اور وڈیروں نے مرزائیوں کیساتھ ملکر جارج پنجم سے یہ مراعات حاصل کی ہیں۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھ لو خدا تو آمر مطلق ہے۔۔۔ وہ تمہیں حکم دیتا ہے۔ رائے کا اظہار عطا نہیں کرتا۔ انگریز اور یہودیوں نے ہم میں سے

بقیہ ص ۳۴ پر

جہانِ نسواں — بنت حوّا

مدرسہ بستانِ عائشہ دارِ بنی ہاشم کا سالانہ اجتماع

اور ترجمۂ قرآن کریم کے ختم کی پروقار تقریب

جمعرات ۲۹ دسمبر ۱۹۹۴ء کی روشن اور نکھری نکھری صبح بستانِ عائشہ کی طالبات و معلمات کے لئے بڑی پر کیف اور جانفزا تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی کہ آج مدرسہ کا سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا تھا جسکا انہیں شدت سے انتظار تھا اور اس دن کے لئے وہ جس قدر بے چین تھیں۔ اسکا اندازہ آج ان کے جوش و جذبے اور سچی لگن سے بخوبی ہو رہا تھا۔

ہر طالبہ و معلمہ مدرسہ کے تمام امور کو اپنا فرض سمجھکر انجام دے رہی تھی۔ جسکی وجہ سے جلسہ گاہ کے انتظامات سے لیکر معزز مہمان خواتین کی ضیافت تک کے تمام مراحل اس خوبی سے طے پائے کہ دیکھنے والے بے اختیار داد دینے پر مجبور ہو گئے۔

یہ جلسہ اس لحاظ سے بھی بڑی اہمیت کا حامل تھا کہ مدرسہ کے شعبہ فاضلات کی پانچ طالبات کا ترجمۂ قرآن پاک اور شعبہ ناظرہ کی دو طالبات کا ناظرہ قرآن پاک مکمل ہو رہا تھا۔ اور اس جلسے سے ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے خطاب فرمانا تھا۔ ٹھیک دو بجے جلسہ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ اور وسیع و عریض پنڈال میں مدرسہ کے شعبہ پرائمری کی ننھی طالبہ سیدہ بریرہ کی تلاوت کی آواز گونجنے لگی۔ تمام سامعات نہایت ادب و احترام سے گوش بر آواز تھیں۔

سٹیج سکرٹری مدرسہ کے شعبہ حفظ کی طیبہ ملک تھیں۔ جو نہایت سلجھے ہوئے انداز میں برجستہ اشعار اور جملوں سے سامعات کو محفوظ کر رہی تھیں۔ نعت شریف کے لئے انہوں نے شعبہ ناظرہ کی کم سن طالبہ حمیراء کو دعوت دی۔ حمیراء نے بڑے پر سوز لہجے میں یہ نعت سنائی۔

"رہے جاتے ہیں یہ ارمان ہائے میرے سینے میں
نہ کعبے کی گلی دیکھی نہ پہنچے ہم مدینے میں"

اس کے بعد سٹیج سیکرٹری نے شعبہ فاضلات کی ع، شوکت کو دعوت سخن دی جنہوں نے بڑے جامع انداز میں قیامت کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ قیامت ایک ایسی حقیقت ہے جو اپنے مقررہ وقت پر آکر رہے گی اور اللہ تعالی اپنے بندوں سے کئے گئے اس وعدے کو سچا کر دکھائینگے جسکا قرآنِ پاک اور احادیث نبویہ میں بار بار ذکر ہے۔

انہوں نے کہا۔ کہ قیامت کے دن کے لئے ہم سب کو ابھی سے تیاری کرنی چاہیئے۔ زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کریں اور برائیوں سے بچیں کیونکہ روز قیامت اچھے اور برے اعمال کا حساب و کتاب ہو گا اور دنیا کی زندگی کو محض عیش و آرام اور کھیل کود میں گذار دینے والے لوگ وہاں سخت پریشان ہونگے اور ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو گا۔

اس کے بعد شعبہ فاضلات ہی کی ایک اور طالبہ بنت سیف الرحمن نے اپنے مخصوص اور ٹھہرے ہوئے انداز میں توحید کے موضوع پر مدلل گفتگو کی۔ انہوں نے قرآنِ حکیم کے حوالے سے کہا کہ اللہ تعالی نے جابجا اپنی وحدانیت اور ربوبیت کا اظہار فرمایا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ میرے علاوہ کسی اور کی پرستش شرک ہو گی۔ کیونکہ عبادت کی مستحق صرف اور صرف اسی کی ذات ہے۔ مقررہ نے بڑے پرزور انداز میں موجودہ دور کے جعلی پیروں فقیروں اور ان کے اوچھے ہتھکنڈوں کی مذمت کی۔ اور ان جعلی پیروں کی خلاف شرع باتوں کو شرک قرار دیا۔ مقررہ نے کہا کہ ہم سب اس ذات کے آگے ہاتھ پھیلائیں جس کا ارشاد ہے

ادعونی استجب لکم۔

اسکے مقابلے میں یہ نام نہاد پیر ہیں۔ جو اپنی مرضی کے نذرانے وصول کرنے کے علاوہ ہمیں شرک میں بھی مبتلا کر رہے ہیں۔ لہذا ہمیں تمام قسم کے شرک سے اپنے آپ کو بچا کر صرف اسی ایک ذات کے حضور سرنگوں ہونا چاہیئے کہ اسی میں ہماری عظمت اور نجات ہے۔ (تقاریر کے دوران پنڈال میں موجود طالبات اپنی ڈیوٹی بڑی مستعدی سے اداء کر رہی تھیں۔ جسکی وجہ سے نظم و نسق قابلِ تعریف تھا)

بنتِ سیف کے بعد طیبہ ملک نے شعبہ فاضلات کی ش ملک کو اظہارِ خیال کی دعوت دی۔

مقررہ نے آیات قرآنیہ کے حوالے سے عورت کے لئے پردہ کی افادیت اور اہمیت کو خوب خوب اجاگر کیا۔ انہوں نے بڑے خوبصورت انداز میں ایک مثال سے اسکی وضاحت یوں کی کہ جیسے ہم اپنی قیمتی چیزوں اور زیورات وغیرہ کو چھپا کر اور کسی ڈبے میں بند کر کے محفوظ تصور کرتے ہیں بعینہ عورت بھی مستور ہو کر محفوظ ہے۔

اور مستور ہونے کا طریقہ قران وحدیث نے بڑے واضح انداز میں بتایا ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ

کہ عورتیں اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں اور پہلی جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلیں۔ اگر مجبوراً اور ضرورتاً باہر نکلنا ہی پڑے تو "جلباب" اوڑھ کر باہر نکلیں۔ وہی جلباب جو پردے کے تمام تقاضوں کو پورا کرتی۔ اور عورت کے وقار اور احترام میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ انہوں نے عصر حاضر کی نام نہاد ترقی یافتہ عورتوں پر سخت تنقید کی جو پردے کی مخالف ہیں مقررہ نے آخر میں دعا کی کہ اللہ تعالی تمام مسلمان

خواتین کو اسلامی احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

مقررہ کے یہ الفاظ سنکر بے اختیار ہمارے منہ سے نکلا

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد۔

ہم مقررہ کے ان دعائیہ جملوں میں غور و فکر کر رہے تھے کہ سماعتوں سے سٹیج سیکرٹری کی آواز ٹکرائی جو اگلی مقررہ کی دعوتِ سخن دے رہی تھیں۔ یہ مقررہ بھی شعبہ فاضلات ہی سے متعلق تھیں۔ اور ان کا موضوع علم تھا۔ وہی علم جسکے بارے میں قرآن کہتا ہے

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون

محترمہ ع۔ پروین نے علم کی ضرورت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اصل علم قرآن کا علم ہے اور یہ قرآن اللہ کا پیغام اور سندیسہ ہے۔ جسکو ہم تک پہنچانے والے رسولِ کامل واکمل ﷺ ہیں۔ اس پیغام کو ہم نے کس حد تک سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ کیا ہم نے اسکو سمجھنے میں کوتاہی تو نہیں کی؟۔ مقررہ نے اس سوال کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم میں سے کسی کی بہن یا سہیلی کا خط آجائے تو ہم سب کام چھوڑ کر اسکی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور پورے انہماک کے ساتھ اسکا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو یہ قرآن بھی تو اللہ کی طرف سے خط ہے بندوں کے نام۔ کیا ہم اس خط پر اتنی ہی توجہ دیتے ہیں جو اسکا حق ہے۔

مقررہ نے توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ یقیناً ہم نے اس خط کو کما حقہ نہیں سمجھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان اتنی عظیم کتاب کے حامل ہونے کے باوجود اس زبوں حالی کا شکار ہوتے۔ انہوں نے شعائر اسلامی اور علومِ قرآنیہ کو اصل علم قرار دیتے ہوئے اسکے حصول کو ہر مسلمان کا جزوزندگی بتایا۔

مقررہ کے دھیمے لہجے میں کہی گئی باتیں کافی پر اثر تھیں اسپر مستزاد ماحول کی لطافت اور پاکیزگی تھی جس نے انہیں اور بھی پر اثر بنا دیا۔ ہم اس کیفیت سے مشام جاں کو معطر محسوس کر رہے تھے۔ کہ سٹیج سیکرٹری نے اظہار خیال کے لئے مدرسہ کی پرجوش مقررہ کا نام پکارا۔ اور ہم ہمہ تن گوش ہو گئے۔ یہ تھیں محترمہ فرینہ غزل صاحبہ جن سے ہمارا تعارف پہلے "نقیب ختم نبوۃ" کے کسی شمارے میں ان کا مضمون پڑھکر ہوا تھا۔

محترمہ فرینہ غزل صاحبہ نے آتے ہی جدید دور کے اس نظریے کو آڑے ہاتھوں لیا جس میں عورت کو اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے پر مجبور اور بے بس خیال کیا جاتا ہے انہوں نے کہا کہ عورت اگر مظلوم تھی تو اسلام سے پہلے تھی جب اسکی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ اسلام نے تو عورت کے رشتوں کو تقدس عطا کیا۔ بیٹی بیوی، بہن اور ماں کے روپ میں عورت کو محترم کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج عورت کو جس آزادی کا لالچ دیکر اسکے گھر سے باہر نکالا جا رہا ہے۔ یہ سراسر شیطانی قوتوں کا ایک جال ہے۔ اگر عورت اس جال میں پھنس گئی تو یہ اسکے لئے تباہی ہوگی۔ کہ یہ عورت کا میدان نہیں ہے۔ جس طرح کانٹوں سے کھیلنے والے زخمی ہو جاتے ہیں۔ اور اندھیروں سے کھیلنے والے راستہ بھول جاتے ہیں۔ اسی طرح اس نام نہاد آزادی کی آگ

عورت کے کردار کو جھلسا دے گی اور بالآخر بھسم کر دیگی۔
محترمہ فرینہ بڑی روانی اور جذبے سے ایسے خیالات کا اظہار کر رہی تھیں کہ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

فرینہ نے بڑے پر جوش لہجے میں کہا کہ آج کی عورت اگر برابری اور نقل ہی کرنا چاہتی ہے تو پھر ان ہستیوں کی نقل کرے جنکی اتباع میں حقیقی کامیابی مضمر ہے اور وہ ہستیاں ہیں سیدہ عائشہ سیدہ فاطمہ سیدہ اسماءؓ اور دیگر بہت..........

تقاریر کا تسلسل اور اظہار بیان کچھ یوں تھا کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا اتنے میں ہم نے ڈائس کے پیچھے سے سٹیج سیکرٹری کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ اب میں صدر معلمہ کو دعوت دیتی ہوں کہ وہ اپنے مفید خیالات سے ہمیں نوازیں۔
معاً گھڑی دیکھی تو احساس ہوا کہ تقریب اپنے آخری مراحل میں ہے۔
محترمہ صدر معلمہ نے پہلے تو ناظرہ قرآن پاک والی بچیوں کو آخری سورۃ پڑھ کر ختم کروایا اور اسکے بعد خطبہ مسنونہ پڑھکر مختصر خطاب فرمایا۔
صدر معلمہ نے اول تو ان طالبات اور انکے والدین کو مبارکباد دی جنہوں نے ترجمہ و ناظرہ قرآن ختم کیا تھا۔ اسکے بعد ان طالبات کو ان کا مقام سمجھایا کہ اپنے آپ کو اور دینی تعلیم کو معمولی نہ سمجھیں اپنی تعلیم کا برملا اظہار کرتے ہوئے کسی جھجک یا احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ بلکہ پورے اعتماد سے تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کریں جو............ انہوں نے کہا کہ طالباتِ دین اس بات کو غور سے سنیں کہ دنیاوی تعلیم کی قدر و منزلت تو صرف دنیا والے ہی کرتے ہیں یہیں ان ڈگریوں کی پذیرائی ہے اور یہ سب تفاخر عارضی وقتی اور دنیا میں رہ جانے والا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں جس زیور تعلیم سے وہ آراستہ ہوئی ہیں اسکا قدرداں خود رب کریم اور اسکا رسول ﷺ ہے۔ تو کیا پھر بناتِ مسلم یہ سودا گھاٹے کا ہے؟
اسکے بعد صدر معلمہ کی تقریر کا رخ رجب الرجب کے حوالے سے کونڈوں کی طرف مڑ گیا۔ جس کے بارے میں ہمیشہ سے ہم متجسس رہتے تھے کہ اس مسئلہ کو تفصیل سے سمجھیں اور الحمدللہ آج اسکا موقع مل رہا تھا۔ اور پھر واقعتاً کونڈوں کا مولد و مسکن سننے کے بعد ہم اس رافضی اور سبائی چال کو سمجھ گئے کہ کس طرح یہ لوگ سیدنا معاویہؓ کے یومِ وفات کو حضرت جعفر صادق کے یومِ ولادت سے منسوب کر کے اپنا بغض نکال رہے ہیں۔ اور ہمارے بہت سے سادہ لوح اہلسنت گھرانے بھی اس وبا کی لپیٹ میں بری طرح آ رہے ہیں۔ جبکہ جناب جعفر صادق کی تاریخِ ولادت ۲۲ رجب کہیں بھی ثابت نہیں۔

محترمہ صدر معلمہ کے ان خیالات کو سنکر ہم نے دل میں تہیہ کر لیا کہ ہم ان شاء اللہ اس مسموم فضا کو صاف کرنے میں اپنا حصہ ضرور ڈالیں گے۔

محترمہ صدر معلمہ کے خطاب کے فوراً بعد حضرت سید عطاء المحسن بخاری نے ترجمہ قرآن پڑھنے والی بچیوں کو معوذتین کا ترجمہ اور تفسیر بڑے ہی عالمانہ انداز میں سمجھایا۔ جس سے یقیناً انہیں خاطر خواہ نفع ہوا اور دیگر سننے والوں نے بھی انکی گفتگو سے استفادہ کیا۔

حضرت شاہ جی نے سہل انداز میں عورت کے مقام و مرتبہ اور اسکی حیثیت کے بارے میں خطاب فرمایا۔ آپ نے قرآن و حدیث اور سیرت ازواجِ مطہرات کی روشنی میں ایک مسلمان عورت کے سماج میں فرائض اور ذمہ داریوں پر مفصل گفتگو فرمائی۔ صفحات کی تنگی کے پیش حضرت شاہ جی کے خطاب کا مکمل متن یہاں درج کرنا ممکن نہیں اسے آئندہ کسی اشاعت میں شائع کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

حضرت شاہ جی کے خطاب کے بعد جامعہ خیر المدارس کے مولانا محمد عابد صاحب نے پر درد لہجے میں طویل دعا کرائی۔ اور یوں یہ اجلاس اختتام کو پہنچا۔ اس اجلاس کی سب سے بڑی خوبی جس نے ہمیں متاثر کیا۔ کہ اتنی طویل نشست کے باوجود بھی یہ احساس ہو رہا تھا۔

روئے گل سیر نہ دیدیم بہار آخر شد۔

(بقیہ از صـ ۲۹)

آمریت نکال کر جمہوریت ڈال دی ہے۔ ہم نے خدا کے احکام کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔

قرآن پاک میں ہے۔

واذاقال موسی لقومہ یقوم اذکرونعمتہ اللہ علیکم اذجعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ واتکم مالم یؤت احداً من العلمین۔

"اور جب کہا موسیٰ نے کہ اے میری قوم یاد کرو اللہ کی نعمت کو جس نے بنائے تم میں سے نبی اور بنائے تم میں سے بادشاہ اور تمہیں وہ نعمت دی جو جہانوں میں نہیں۔"

ملوکیت کو برا کہنے والے کیا اس آیت کا انکار کر سکتے ہیں۔

خطاب کے آخر میں حضرت شاہ جی مدظلہ نے شرکائے جلسہ سے اس لادین کفریہ جمہوری نظام کے خلاف اپنی جدوجہد تیز کرنے اور اسکی تبلیغ کے لئے عہد لیا۔ آخر میں شاہ صاحب نے دعا کے ساتھ جلسہ کا اختتام فرمایا۔

☆★

بیادِ حضرت امیر المومنین سیدنا ابو عبدالرحمن، ابویزید،

معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہم

مردِ جری مجاہد اعظم معاویہ
کشور کشاؤ فاتحِ عالم معاویہ

اِک باکمال و حسنِ مجسم معاویہ
تھے رہنمائے ارشد و اسلم معاویہ

حاصل انھیں تھی صحبتِ آقائے نامدار
تھے جاں نثار و مونس و ہمدم معاویہ

مقبولِ بارگاہِ خدا و رسول تھے
یکتائے روزگار معظم معاویہ

وحی مبیں کے کاتب و فتاح قنسیریں[۱]
واللہ! کس قدر تھے مکرم معاویہ

ہادی خلق و مہدی دوراں تھے بالیقیں
حسبِ دعائے سیدِ عالم معاویہ

ہر ایک سے بہ خُلق و مُروّت سلوک تھا
حسنین کے تھے یاورو ہمدم معاویہ

پہنچاتے اس کو پایۂ تکمیل تک ضرور
کر لیتے تھے جو عزمِ مصمم معاویہ

خلد بریں کی نعمت عُظمیٰ پئے حبیب
بھر غنیم نار جہنم معاویہ

بہر قصاصِ صہر نبی[۲] باندھ لی کمر
رکھتے تھے ایسی طبع مُسلّم معاویہ

از بہر صلح آگئے مابین اہلِ دیں | قرآن لے کے برسر پرچم معاویہ
مد نظر ترقی اسلام ہی رہی | مصروفِ رزم و بزم تھے ہر دم معاویہ
دنیا سے کفر و شرک مٹانے کو ہر گھڑی | رہتے تھے مستعد و منظم معاویہ
مدِ مقابل آپ کے آتا نہ تھا کوئی | اعدائے حق سے رہتے تھے برہم معاویہ
یکتا تھے آپ حسنِ تدبر میں لا کلام | عزم و عمل کے حسنِ مجسم معاویہ
تشنہ ہی خونِ دشمن اسلام کے رہے | حق دارِ آبِ کوثر و زم زم معاویہ
کیا حق منقبت ہو ادا تجھ سے اے فدا | کیا جانیں کیا تھے؟ واللہ اعلم معاویہ

حسان[۳] سا قلم ہو تو پھر لکھ سکے فدا
شانِ رفیعِ اشرف و اکرم معاویہ

(جناب ابوطاہر فدا حسین فدا)

۱۔ اصل لفظ نون کی شد اور زبر کے ساتھ "قنسرین" ہے۔ ضرورۃ شعری کے لئے نون کو جزم اور سین کو زبر دی گئی ہے۔

۲۔ "صہر" کا معنی داماد بھی ہے۔ یہاں نبی ﷺ کے دامادِ اکبر امام الشہداء والمظلومین سیدنا حضرت عثمان غنیؓ مراد ہیں۔

۳۔ شاعرِ نبوت، سیدنا حسان بن ثابت انصاریؓ

حسنِ انتقاد

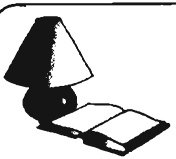

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

سید محمد ذوالکفل بخاری۔

آدمی غنیمت ہے

سید انیس شاہ جیلانی

صفحات ۳۲۰ قیمت =/۵۰ روپے

مبارک اردو لائبریری، محمد آباد تحصیل صادق آباد

"توارد"......... عام طور پر شاعری سے خاص ہے لیکن اس سے نثر و نقد میں اس کے وجود کی نفی کہاں لازم آتی ہے؟ بطورِ ثبوت اور بہرِ اثبات......... ایک کتاب پر تبصرہ نذر قارئین ہے۔ اسے لکھا تو محترم ڈاکٹر انور سدید نے ہے...... لیکن

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا!

(ذوالکفل بخاری)

"آدمی غنیمت ہے۔" سید انیس شاہ جیلانی کی تازہ تصنیف ہے اسے چند ہم عصر (مولوی عبدالحق) گنجینہ گوہر (شاہد احمد دہلوی) اور "جناب"، "صاحب" (محمد طفیل) کے سلسلے کی کڑی کہا جاسکتا ہے۔

انیس شاہ جیلانی کو علم و ادب سے والہانہ لگاؤ ورثے میں ملا ہے، ان کے والد سید مبارک شاہ عالم فاضل بزرگ تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری ایسی ہے کہ پاکستان کے کتب خانوں میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔ اچھی لائبریری کے ضمن میں بی بی سی کے رضا علی عابدی نے اپنی کتاب "کتب خانہ" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ لائبریری اب انیس شاہ جیلانی کی میراث ہے۔ انیس شاہ جیلانی کو ورثے میں لائبریری کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ملا ہے۔ علم و ادب کا ذوق، اراضی اور اشارے کے منتظر مزارع اب پتا نہیں کہ بات کرنے کا دو ٹوک انداز بھی ورثے میں ملا یا زمانے کے سرد و گرم کا عطا کردہ ہے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ جب قلم ان کے ہاتھ میں آتا ہے تو شگفتہ بیانی میں تیر و نشتر بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریر میں ایک طرح کا دو ٹوک پن، برش، نشتریت اور بے محابا و بے ساختہ طور، اظہار کے پیکر میں ڈھل کر موضوع کو پڑھنے کی چیز بنا دیتا ہے۔ کہیں کہیں نکتہ وری کی جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

کسی کو یہ استطاعت، ریاضت اور انتہائی مطالعہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے لئے انہیں دور جانا نہیں پڑا۔ لائبریری گھر کی لونڈی اور آسودگی زمین سے حاصل ہوتی تھی۔

انیس شاہ جیلانی کے شخصی مطالعہ کا پہلا نام ان کے ابا مرحوم سید مبارک شاہ جیلانی کا ہے، پھر موقرو منتخب ناموں کا ایک سلسلہ ہے عبدالمجید حیرت شملوی، نیاز فتح پوری، شاہد احمد دہلوی، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، ضیاء الدین احمد برنی، رئیس احمد جعفری، غلام رسول مہر، ماہر القادری، ڈاکٹر محمد ایوب قادری اور محترمہ زاہدہ حنا۔

مجھے انیس شاہ جیلانی کی تحریروں کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان سے ملا ہوں حالانکہ تا حال یہ موقع میسر نہیں آیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اگر انیس شاہ جیلانی صاحب سے ایک بار ملاقات ہو جائے تو شاید یہ کہتے بنے کہ ایک بار ملا ہوں، بار بار ملنے کی خواہش ہے۔

انیس شاہ جیلانی عام طور پر اپنے قلم کاری کے مرحلے میں "شتر" کی پیٹھ پر مہار تھامے نظر آتے ہیں، البتہ چند ایک مقام پر شترِ بے مہار کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ یہی وہ لمحہ ہے جب ناگفتنی گفتنی بن گئی ہے۔

بہر حال انیس شاہ جیلانی آدمی غنیمت ہیں، اس بات کا اعتراف وہ تمام اہل الرائے کریں گے جن سے ان کا کسی نہ کسی عنوان رابطہ ہے۔ ان کی کتاب "آدمی غنیمت ہے" حلقہ احباب میں پذیرائی حاصل کرے گی۔ ایسی کتاب جو معنوی حسن رکھتی ہو، اس میں صوری حسن کی کمی بھی کم ہی اثر انداز ہوتی ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ "قومی زبان" کراچی .... جولائی ۱۹۹۴ء

دعاء صحت

جلال پور پیر والہ میں ہمارے کرم فرما محترم عبدالرحمن جامی صاحب کی والدہ ماجدہ اور اہلیہ محترمہ علیل ہیں۔

جامی صاحب کے دادا جان محترم علامہ عنایت اللہ نقشبندی ذیابیطس اور دل کے مریض ہیں۔

محترم حکیم عبدالحمید صاحب کی اہلیہ محترمہ پتے میں پتھری کی مریضہ ہیں۔

مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محترم شیخ بشیر احمد صاحب کے فرزند محمد معاویہ ٹریفک کے حادثہ میں زخمی ہو گئے اور نشتر ہسپتال میں زیر علاج ہیں - اللہ تعالیٰ ان سب مریضوں کو شفاء کاملہ عطاء فرمائے (آمین)

قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ ان کی مکمل صحت یابی کے لئے خصوصی دعاء فرمائیں (ادارہ)

اعلان

"جمہوریت ایک ناکام ترین نظام"

تحریری انعامی مقابلہ کے لئے موصول ہونے والے مضامین کا نتیجہ فروری ۱۹۹۵ء کے شمارے میں شائع ہوگا۔ (ادارہ)

مسافرینِ آخرت

حضرت حافظ عبدالخالق خان خاکوانی رحمہ اللہ:

ہمارے دیرینہ کرم فرما اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے رفیق حضرت حافظ عبدالخالق خان خاکوانی طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں ملتان میں رحلت فرماگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم حضرت مولانا تاج محمود امروٹی قدس سرہ سے بیعت تھے اور صاحب دل بزرگ تھے۔ حضرت حافظ محمد ناصر خان خاکوانی مدظلہ آپ کے فرزند ارجمند ہیں اور ہمارے نہایت مہربان بزرگ ہیں۔

حضرت حافظ عبدالخالق خان صاحب رحمہ اللہ کی رحلت یقیناً ایک بڑا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے (آمین)

سید احسن علی شاہ بخاری مرحوم:

وزیر آباد میں ادارہ نقیب ختم نبوت کے نہایت مخلص رفیق جناب سید آصف علی شاہ بخاری کے والد ماجد سید احسن علی شاہ بخاری ۱۳ دسمبر ۹۴ء کو انتقال فرماگئے۔

چودھری محمد افضل صاحب کے والد ماجد کی رحلت:

ملتان میں ادارہ کے مخلص معاون اور ہمارے مہربان جناب چودھری محمد افضل صاحب کے والد ماجد ۵ جنوری ۹۵ء کو وفات پاگئے۔

حکیم حسین احمد قریشی صاحب کے فرزند ارجمند کا انتقال:

جلال پور پیروالہ میں نقیب ختم نبوت کے قاری اور ہمارے کرم فرما محترم حکیم حسین احمد قریشی صاحب کے فرزند جناب فداء الرحمن قریشی گزشتہ ماہ انتقال فرماگئے۔

ملتان میں ہمارے قدیم کارکن محترم خادم حسین صاحب کے جواں سال فرزند محمد مغیرہ ٹریفک کے ایک حادثہ میں انتقال کرگئے۔ اراکین ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا گو ہیں۔ اور اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی خطاؤں کو معاف فرمائے اور حسنات قبول فرما کر درجات بلند فرمائے۔ اور لواحقین کو صبر عطاء فرمائے۔ (آمین) ——— قارئین سے درخواست ہے کہ وہ سب مرحومین کے لئے ایصالِ ثواب اور دعاء مغفرت کا خاص اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

انسٹنٹ

جوھرجوشاندہ

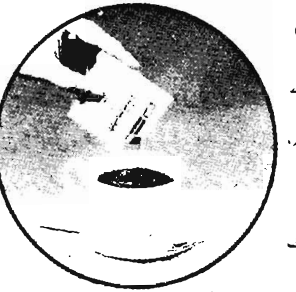

فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی سوزش کے لیے مفید

صدیوں سے آزمودہ **جوشاندہ** اب فوری حل ہونے والے انسٹنٹ **جوھرجوشاندہ** کی شکل میں۔

خاندان کے ہر فرد کے لیے مفید **جوھرجوشاندہ** فلو، نزلہ، زکام کی علامات میں آرام پہنچاتا ہے۔

موسمی اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے **جوھرجوشاندہ** احتیاطی تدبیر کے طور پر استعمال کریں۔

ترکیب استعمال: ایک کپ گرم پانی یا چائے میں ایک پیکٹ **جوھرجوشاندہ** ملائیں اور جوشاندہ تیار

دن میں دو یا تین پیکٹ **جوھرجوشاندہ** استعمال کریں۔

قرشی

تحقیق کی روایت
معیار کی ضمانت

توحید و ختم نبوت کے علمبردارو! ایک ہو جاؤ۔

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت، قائم شدہ: ۱۹۳۴ء

بانی: رئیس الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

سترہویں سالانہ دو روزہ

شہداء ختم نبوت کانفرنس

جامع مسجد احرار، ربوہ

۱۶-۱۷ مارچ ۱۹۹۵ء بروز جمعرات، جمعہ

زیر سرپرستی:

شیخ المشائخ **حضرت مولانا خان محمد** صاحب مدظلہ

زیر صدارت

قائد تحریک تحفظ ختم نبوت

ابن امیر شریعت **سید عطاء المحسن بخاری** مدظلہ

۱۶ مارچ، بروز جمعرات، بعد از مغرب۔ مجلس مذاکرہ

۱۷ مارچ، قبل از نماز جمعہ تا عصر۔ علماء، طلباء، وکلاء، اور دانشوروں کے بیانات

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ۔ ۸۸۶۔ ملتان: ۵۱۱۹۶۱، فیصل آباد: ۶۵۳۸۸۶، لاہور: ۵۷۶۲۹۵۴، چیچہ وطنی: ۶۱۰۹۵۳، ۲۱۱۲

MONTHLY PH : 511961

NAQEEB - E - KHATM - E - NUBUWWAT

Regd No. L - 8755 MULTAN

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

جامع مسجد ختمِ نبوت

دارِ بنی ہاشم ۔ مہربان کالونی ۔ ملتان

زیرِ اہتمام : تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

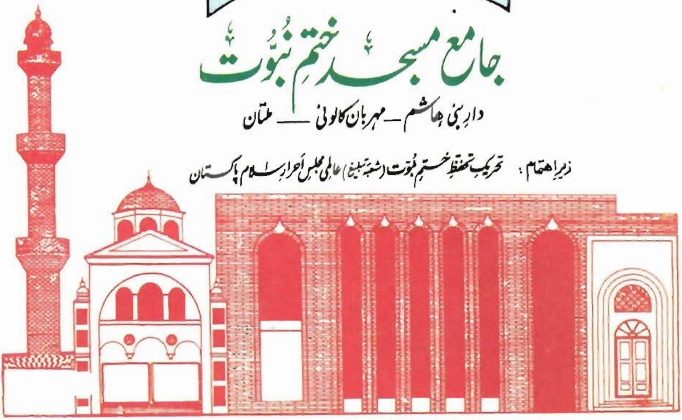

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔
اِس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صُورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اَجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔